

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تعمیر حیات لکھنؤ

ISSN 2582-4619

جلد نمبر ۲۰ مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ شمارہ نمبر

## اس شمارے میں

۴	شعر و ادب	مخدومہ امۃ اللہ التیمیہ	اے مبارک تہہ ماں! صدقہ ہماری جان ہے
۵	اداریہ	شمس الحق ندوی	ہماری زندگی پر رمضان المبارک کی برکتیں
۷	مصالح و مقاصد	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	روزہ کی روح اور حقیقت کی حفاظت
۹	روح پرور	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	خیر و برکت اور ایمان و عبادت کا مہینہ
۱۱	فکر و نظر	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی	اسلام انسان کے لیے انتہائی ضروری عنصر
۱۳	شمع فروزاں	مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی	اسلام کا تصور حیات
۱۶	ماہ مبارک	مولانا بلال عبداللہ حسنی ندوی	رمضان اور احتساب نفس
۱۸	نقد و نظر	محمد عمیر الصدیق ندوی	محمد رسول اللہ رحمۃ اللعالمین
۲۱	محاسن اسلام	ڈاکٹر سراج الدین ندوی	عیادت کی فضیلت اور آداب
۲۴	تاریخ ہند	ڈاکٹر محمد سلمان خان ندوی	اسلامی تہذیب و تمدن اور غیر مسلم دانشوران
۲۸	رسید کتب	محمد اصطفاء الحسن ندوی	تعارف و تبصرہ
۳۱	فقہ و فتاویٰ	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	سوال و جواب
۳۲	اپیل	شعبیہ تعمیر و ترقی	اہل خیر حضرات کی خدمت میں

سرپرست

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول شمس الحق ندوی

نائب مدیر محمد عمیر الصدیق دریا بادی ندوی

معاون مدیر محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی

محمد جاوید اختر ندوی

مجلس مشاورت مولانا عبدالعزیز بھنگلی ندوی

مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

قارئین محترم! تعظیم حیات کا سالانہ زرتعاون ذیل میں دیے گئے اکاؤنٹ میں جمع کرائیں!

**TAMEER E HAYAT**

A/c. No. 10863759868 (Current A/c.)

IFSC Code : SBIN000125 -- Swift Code : SBINNB157

State Bank of India, Main Branch, Lucknow

براہ کرم رقم جمع ہوجانے کے بعد دفتر کے فون نمبر یا ایمیل پر خبر داری نمبر کے ساتھ اطلاع ضرور دیدیں۔

ترسیل زراور خط و کتابت کا پتہ

**TAMEER-E-HAYAT**

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow - 226007, Ph.: 0522-2740406

website : <http://tameerehayat.com> - email : [tameer1963@gmail.com](mailto:tameer1963@gmail.com)

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

سالانہ زرتعاون -/400 فی شماره -/201 ایٹائی، پورٹی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے -/75\$

ذرائع تعمیر حیات کے نام سے ہائیکس اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روادفرمائیں، ضرورت دیکر =30 جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کی خریداری نمبر کے نیچے اگر سرنگ لکیر ہے تو سمجھیں کہ آپ کا زرتعاون تم ہو چکا ہے، لہذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں۔ اور ٹی آرڈر کو پن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، ہوبالک یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کو ڈبھی لکھیں۔ (تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر محمد مظہر اطہر نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

## اے مبارک میہماں! صدقہ ہماری جان ہے

مخدومہ امۃ اللہ تسنیم

اللہ اللہ یہ مہینہ کس قدر ذی شان ہے  
 شاہد اس کی رفعت و عظمت کا خود قرآن ہے  
 ہوتے ہیں نازل فرشتے اپنے رب کے حکم سے  
 پا بہ زنجیر مصیبت آج ہر شیطان ہے  
 رات سب راتوں سے بہتر ہے تری ماہ صیام  
 حیف لیکن تیس دن کا تو فقط مہمان ہے  
 کیا بتاؤں کتنی رونق ایک تیرے دم سے ہے  
 اے مبارک میہماں! صدقہ ہماری جان ہے  
 تیری خاطر دو جہاں کی ہم کو دولت مل گئی  
 روزہ داروں پر ترا یہ کس قدر احسان ہے  
 تیری آمد سے ہر اک مومن کا دل ہے باغ باغ  
 اے معزز میہماں! تیری نرالی شان ہے  
 نور چہروں سے عیاں اور قلب میں پاکیزگی  
 صبر دن کو، رات کو شکر خدا ہر آن ہے  
 پورے دن کے صبر کا دیکھو تو بدلہ مل گیا  
 بھر گیا ہر قسم کے کھانوں سے دسترخوان ہے  
 ہے دعاء تسنیم کی ہر سال مہمانی کریں  
 اس کی خدمت تو ہمارا دین ہے، ایمان ہے

☆☆☆☆☆

# ہماری زندگی پر رمضان المبارک کی برکتیں

شمس الحق ندوی

رمضان المبارک کے دن وہ مبارک دن ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ [بقرہ: ۱۸۳] (مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پر ہیزار بنو)۔

روزہ درحقیقت تزکیہ نفس، تربیت جسم دونوں کا ایک بہترین دستور العمل ہے، اشخاص کے انفرادی اور امت کے اجتماعی نظام دونوں اعتبار سے (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) کے ارشاد سے اسلامی روزہ کا مقصد اصلی واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے مقصود زندگی کے ہر مرحلے میں، معاملات ہوں کہ حقوق و تعلیمات، رشتوں اور قرابتوں کے حقوق ہوں کہ عام مسلمانوں کے، پڑوسیوں اور اہل بستی کے حقوق ہوں کہ اولاد اور اہل خانہ کے، غرض یہ کہ تمام باتوں میں حتیٰ کہ دشمنی و غصہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا پاس و لحاظ ہو کہ کوئی بھی کام بندہ مومن سے ایسا نہ سرزد ہو جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور پاس و لحاظ سے خالی ہو، تقویٰ اختیار کر لینے سے (یعنی جتنی عادتیں صحت روحانی اور حیات اخلاقی کے حق میں مضر ہیں ان سے بچے رہنے سے) عالم آخرت کی لذتوں اور نعمتوں سے لطف اٹھانے کی صلاحیت و استعداد پورے طور پر انسان میں پیدا ہو کر رہتی ہے، اسی لیے احادیث میں روزہ اور روزہ داروں کی بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں جو پورے ماہ مبارک میں مقررین اور واعظوں کا موضوع بنی رہیں گی، فضائل رمضان پڑھ پڑھ کر سنائے جائیں گے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس نے ایمان و ثواب کے یقین کے ساتھ روزہ رکھا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں ہے: ”الصوم لی وأنا أجزی بہ“ (روزہ خالص ہمارے لیے ہے، اس کا اجر و ثواب میں خود دوں گا) راوی کو شک ہے یا یہ فرمایا: (کہ روزہ کا بدلہ میں خود ہوں) دونوں ہی صورتوں میں روزہ کی جو فضیلت سامنے آتی ہے یہ کسی اور عمل کے بارے میں نہیں بیان کی گئی ہے روزہ کی اسی قدر قیمت اور فضیلت و عظمت کے سبب خود روزہ دار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کو مشک کی بو سے بھی زیادہ پسند ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک روزہ دار مومن بندہ کا اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا مقام و مرتبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ روزہ دار کو افطار کرانے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے، یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، اور شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔

یہاں ہمیں تھوڑا سا غور کرنا چاہیے اور اپنے آپ کا جائزہ لینا چاہیے کہ جن روزہ داروں کو روزہ افطار کرانے کی اتنی بڑی فضیلت آئی ہے

اور ہم بڑے شوق سے افطار کراتے بھی ہیں، پھر ہمارے اپنے ہی ہاتھوں سے ان روزہ داروں کو کتنی تکلیف پہنچتی ہے، ہم ان کی کتنی غیبت کرتے ہیں، ان کی حق تلفی کرتے ہیں، جب خدا کے ان مبارک بندوں کو روزہ افطار کرانے کا اتنا بڑا ثواب ہے اس لیے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں، تو کیا خدا کے ان خاص بندوں کی غیبت کرنے اور ان کا حق مارنے، ان کو برا بھلا کہنے، ان کا دل دکھانے اور ستانے پر اللہ تعالیٰ کو ناراضگی نہ ہوگی، اس ستانے والے پر اس کا کتنا بڑا غضب ہوگا، یہ بھی سوچنے کی بات ہے ہم افطار کرانے کی فضیلت کو تو بار بار دہراتے، سنا تے اور افطار کراتے ہیں، مگر اس پر غور ہی نہیں کرتے اس کو ستانے پر ہم کو کیا وبال ہوگا، یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے سے روزے کے جو اثرات روزے دار پر ظاہر ہونے چاہیے وہ نہیں ظاہر ہوتے، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے، حق مارنے، رشتوں کو توڑنے، اولاد کے حقوق خصوصاً دینی حقوق کے ادا کرنے کے بارے میں ہم اس طرح غافل نظر آتے ہیں جیسے ہم نے روزے کے اصلی مقصد ”لعلکم تتقون“ پر قطعاً کوئی غور ہی نہیں کیا۔

ہم صبح سے شام تک بھوکے رہنے، ذکر و تلاوت اور تراویح کی ادائیگی کے بعد جیسے دوسری تمام چیزوں سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں، اور زندگی کی گاڑی اپنی پرانی ہی رفتار پر چلتی رہتی ہے۔ یہ تو بڑے خسارے اور نہایت ناشکری اور ناقدری کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو روزہ جیسی نعمت سے نوازا اور اس کا مقصد بھی بتا دیا اور ہم مقصد سے غافل رہ کر صرف مہینے بھر کی پابندیوں اور ذکر و تلاوت میں کچھ وقت گزارنے پر ہی قناعت کر کے رہ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ایسا معاشرہ بن کر رہ گیا ہے جیسے اس پر رمضان المبارک کی برکات کا سایہ پڑتا ہی نہیں۔

بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمۃ اللہ علیہ: ”رمضان المبارک کا روزہ تو چھوٹا روزہ ہے جو صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اور رمضان المبارک کی پہلی تاریخ سے لے کر ۲۹ یا ۳۰ تاریخ پر ختم ہو جاتا ہے، بڑا روزہ تو وہ ہے جو بلوغ سے لے کر موت پر جا کر ختم ہوتا ہے، یہ چھوٹا روزہ اسی بڑے روزہ کو درست کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے، لیکن جب ہم بڑے روزے کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بڑے روزے کو توڑنے والے کام برابر کرتے رہتے ہیں اور اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

لہذا ضروری ہے کہ اس ماہ مبارک میں ہم اپنے روزہ و تراویح، ذکر و تلاوت میں اس کا پورا خیال رکھیں کہ یہ مہینہ بڑے روزے کی مشق و تربیت کا مہینہ ہے اس روزے سے اس بڑے روزے کی صلاحیت پیدا کر لیں۔

بھلا اس انسان کو کیا کہا جائے گا جو افطار کرانے کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے اپنے گھر یا مسجد میں کچھ لوگوں کو افطار کرائے اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد ان کا سامان چھین لے یا حق مار لے یا کوئی اور تکلیف پہنچائے، آج ہماری زندگی کا نقشہ کچھ ایسا ہی بنا ہوا ہے مگر اس پر ہم غور نہیں کرتے، رمضان ختم ہوتے ہی ہم ہر قید و بند سے آزاد ہو جاتے ہیں جائز و ناجائز، حرام و حلال کی کمائی کا بھی خیال نہیں رکھتے، پھر رمضان المبارک کی برکات ہماری زندگی پر، ہماری آل و اولاد پر کس طرح اثر انداز ہوں، خاص طور سے یہ زمانہ مادہ پرستی کا زمانہ ہے ایسا کہ اس میں اچھے خاصے دیندار لوگ بھی رزق حرام و حلال کی فکر سے غافل ہیں، اور رزق حرام ایسی چیز ہے، ایسا زہر ہے کہ نیکیوں، پرہیزگاری، برکتوں کی توفیق بھی اس کے سبب چھین لی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

## روزہ کی روح اور حقیقت کی حفاظت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ارشاد ہے کہ: ”تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ بدکلامی اور فضول گوئی کرے نہ شور و شر کرے، اگر کوئی اس کو گالی دے اور لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں“، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ”جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے“، وہ روزہ جو تقویٰ اور عفاف کی روح سے خالی اور محروم ہو وہ ایک ایسی صورت ہے جس کی حقیقت نہیں، ایسا جسم ہے جس کی روح نہیں، حدیث میں آتا ہے، آپ نے فرمایا کہ: ”کتنے روزہ دار ہیں جن کو ان کو روزہ سے سوائے پیاس کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا اور کتنے ایسے عبادت گزار ہیں جن کو اپنے قیام میں شب بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا“۔

حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”روزہ ڈھال ہے، جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالا جائے“۔ اسلامی روزہ صرف سبلی امور و احکام کا نام نہیں جس میں صرف کھانے پینے، غیبت، چغلی خوری، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوں کی ممانعت ہو، وہ بہت سے ایجابی امور و احکام کا بھی مجموعہ ہے، یہ عبادت و تلاوت، ذکر و تسبیح، ہمدردی و خیر خواہی اور غرباء پروری کا زمانہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”اس میں جو کسی ایک خصلت اور ایک عمل سے خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہے گا، وہ دوسرے دنوں کے اداگی فرض کے برابر سمجھا جائے گا، اور جو اس میں فرض ادا کرے گا وہ اس کی طرح ہوگا جو غیر دنوں میں ستر فرض ادا کرے، یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور غمخواری کا مہینہ ہے“۔

زید بن خالدؓ جہنمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو روزہ دار کو

احساسات و نفسیات اور اخلاقی و اجتماعی محرکات سے گہری واقفیت رکھتا ہے اور اس کا زندگی کا مطالعہ زیادہ وسیع ہے، وہ اس دور رس انتظام اور اس دقیق و عمیق علم کے سامنے ہر تسلیم و عجز کے ساتھ خم کر دے گا جو خواہش نفس پر نہیں وحی الہی پر مبنی ہے ”وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“۔

ایمان و احتساب کی تشریح ایک دوسری حدیث میں یہ آئی ہے کہ: ”انسان تمام اعمال ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و خوشنودی کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے انجام دے“۔

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”چالیس خصلتیں ہیں، جن میں سب سے اعلیٰ بکری کا عطیہ ہے، ان میں سے کسی ایک خصلت پر بھی ثواب کی امید اور اس پر جو اجر و ثواب مقرر ہے اس کے یقین کے ساتھ عمل کیا جائے تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آدمی کو جنت میں داخل کر دے گا“۔

شریعت اسلامی نے روزہ کی ہیئت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے، اس نے صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات ہی کو حرام نہیں کیا بلکہ ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے، جو روزہ کے منافی اور اس کی حکمتوں اور روحانی اور اخلاقی فوائد کے لیے مضر ہے، اس نے روزہ کو ادب و تقویٰ، دل اور زبان کی عفت و طہارت کے حصار میں گھیر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

رمضان کی روح اور حقیقت کی حفاظت اور ایجابیت و سلمیت کا امتزاج تھا کہ عادت اور تقلید اور رسم و رواج کا عنصر اس پر رفتہ رفتہ غالب آجائے گا اور بہت سے لوگ محض اپنی سوسائٹی اور ماحول کا ساتھ دینے اور طنز و ملامت سے بچنے کے لیے اور اس ڈر سے کہ ان پر انگلیاں نہ اٹھائی جائیں روزہ رکھنے پر مجبور ہوں گے، ایمان اور نیت روزہ کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی قیمت کے یقین اور استحضار سے ان کے دل خالی ہوں گے، بہت سے لوگ مادی اغراض و مقاصد یا طبی اور ظاہری فوائد کے حصول کے لئے روزہ رکھنے لگیں گے اور اس طرح اس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

نبوت کی دور رس نگاہ نے اس کمزوری کا علاج اور اس فتنہ کا سدباب سب سے پہلے کیا، اور یہ شرط لگادی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہ روزہ مقبول ہے جو ایمان و احتساب کے جذبہ کے ساتھ رکھا جائے، حدیث نبوی ہے: ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“۔

جو شخص انسانی کمزوریوں اور خامیوں اور انسانوں کی مختلف اقسام سے واقف نہیں وہ کہہ سکتا ہے کہ اس قید اور شرط کی کیا ضرورت تھی، رمضان کے روزے صرف مسلمان ہی رکھتے ہیں، اور خدا کی خوشنودی اور اجر و ثواب ہی کے لیے رکھتے ہیں، اس لیے ایمان و احتساب کی شرط لگانا ایک بالکل زائد چیز اور تحصیل حاصل ہے، لیکن جو شخص انسانی

افطار کرائے اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا، اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔“  
اللہ تعالیٰ نے اس امت میں تراویح کی حفاظت اور اس کے اہتمام کا جذبہ بھی پیدا فرمایا ہے، تراویح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن آپ نے تین دن پڑھ کر اس کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ ہمیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو، ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ ”مجھ سے عروہ نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”ایک بار دیر سے رات میں اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ کچھ اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو شروع کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے (دوسرے روز) جب آپ نے نماز پڑھی تو سب نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور اس کا چرچا ہوتی رات نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور سب نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو نمازیوں کی کثرت سے مسجد میں جگہ نہ رہی، یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لیے آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی صورت رہی،“ آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرا رہے، اور اس امت نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اس کی پوری پوری حفاظت کی، یہاں تک کہ تراویح کی یہ نماز تمام اہل سنت اور

صالحین امت کی علامت بن گئی، اس کے علاوہ اس سے حفظ قرآن میں بھی بڑی مدد ملی، اور اس کو بہت رواج اور عمومیت حاصل ہو گئی، نہ جانے کتنے سینوں میں وہ محفوظ ہو گیا، مزید براں اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عامۃ الناس کے ایک بہت بڑے طبقہ کو محض تراویح کے ذریعہ قیام لیل اور عبادت کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

ان سب چیزوں نے رمضان کو عبادت کا جشن عام، تلاوت کا موسم، اور برابر و متیقن اور عباد و صالحین کے حق میں فصل بہار بنا دیا ہے، اس میں اس امت کا دینی جذبہ، دین کا احترام اور عبادت کا شوق پوری طرح جلوہ گر ہو کر سامنے آجاتا ہے، اور اس کی توجہ و انا بت قلوب کی نرمی، خدا کی طرف رجوع، احساس ندامت اور کار خیر میں جذبہ مسابقت اس نقطہ عروج پر ہوتا ہے، جس کے عشر عشر تک دنیا کی کوئی قوم اور انسانوں کا کوئی گروہ نہیں پہنچ سکتا ”ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ“۔

لیکن اسی کے ساتھ مسلمانوں نے روزہ کے مقاصد کے ساتھ اکثر انصافی سے کام لیا اور مختلف عادتوں کی وجہ سے اس کے یقینی اور متوقع فوائد سے محروم ہو گئے، انہوں نے افطار اور کھانے میں اس قدر مبالغہ اور اسراف سے کام لینا شروع کر دیا کہ روزہ کا اصل فائدہ اور اس کی اصلاحی اور تربیتی قوت بڑی حد تک ختم ہو گئی یا کمزور پڑ گئی۔

امام غزالیؒ نے اس نکتہ پر بڑی بلاغت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال غذا میں بھی احتیاط سے کام لے اور اتنا نہ کھاوے کہ اس کے بعد گنجائش ہی باقی نہ رہے، اس لئے کہ حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے بڑھ کر مبعوض اللہ

کے نزدیک کوئی بھری جانے والی چیز نہیں ہے، اگر روزہ دار افطار کے وقت دن بھر کی تلافی کر دے اور جو دن بھر کھانے والا تھا، وہ اس ایک وقت میں کھالے تو دشمن خدا پر غالب آنے اور شہوت کو ختم کرنے میں روزہ سے کیا مدد مل سکتا گی؟ یہ عادتیں مسلمانوں میں اتنی راسخ اور عام ہو چکی ہیں کہ رمضان کے لئے بہت پہلے سے سامان خوراک جمع کیا جاتا ہے، اور رمضان کے دنوں میں اتنا اچھا اور نفیس کھانا کھایا جاتا ہے جو اور دنوں میں نہیں کھایا جاتا، روزہ کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہشات نفس کو دبانے ہے، تاکہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو سکے، اب اگر معدہ کو صبح و شام تک کھانے پینے سے محروم رکھا جائے اور شہوت اور بھوک کو خوب امتحان میں ڈالنے کے بعد انواع و اقسام کے کھانوں سے پیٹ بھر لیا جائے تو نفس کی خواہشات اور لذتیں کم نہ ہوں گے اور بڑھ جائیں گی، بلکہ ممکن ہے کہ بہت سی ایسی خواہشات جو ابھی تک خوابیدہ تھیں، وہ بھی بیدار ہو جائیں، رمضان کی روح اور اس کا راز ان طاقتوں کو کمزور کرنا ہے، جن کو شیاطین اپنے وسائل کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اور یہ بات تفصیل غذا ہی سے حاصل ہوگی، یعنی یہ کہ شام کو اتنا ہی کھائے جتنا اور دنوں میں کھاتا تھا، اگر کوئی دن بھر کا حساب لگا کر ایک ہی وقت میں کھالے تو اس سے روزہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔“

”بلکہ یہ بھی آداب میں داخل ہے کہ دن میں زیادہ نہ سوئے تاکہ بھوک پیاس کا کچھ مزہ معلوم ہو، قوی کے ضعف کا احساس ہو، قلب میں صفائی پیدا ہو، اسی طرح ہر شب کو اپنے معدہ کو اتنا ہلکا رکھے کہ تہجد اور اوراد میں مشغولی آسان ہو اور شیطان اس کے دل کے پاس منڈلا نہ سکے اور اس صفائی قلب کی وجہ سے عالم قدس کا دیدار اس کے لیے ممکن ہو۔“

☆☆☆☆☆

## خیر و برکت اور ایمان و عبادت کا مہینہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اور طاقت پہنچاتا ہے اور مزید بڑی برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے اور ان میں معاونت کرتا ہے۔ رمضان میں جو برائیاں کی جاتی ہیں وہ اس لیے کم ہوتی ہیں کہ وہ صرف نفس کے اثر سے ہوتی ہیں ان کو شیطان کا سہارا نہیں ملتا۔

لیکن انسانی نفس بعض انسانوں میں اور بعض موقعوں پر اتنا قوی اور موٹا ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے برے اقدامات کے لیے شیطان کے سہارے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، یہ نفس رمضان کے مہینہ میں بھی اپنا کام کر سکتا ہے اور کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے روزہ میں یہ بھی اثر رکھا ہے کہ وہ نفس کو کمزور کر دے اور اس کو اس کے برے اثرات سے روکے اور اس کے اثر کو کم کر دے، کیونکہ روزہ درحقیقت نفس کے خراب اثر کو توڑنے کا عمل ہے، انسان کا پیٹ جب خالی ہوتا ہے اور پیاس کا احساس ہوتا ہے تو برائیوں کی طرف اس کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے، انسان میں بھرے پیٹ کے ساتھ..... غلط کاموں کی طرف جو میلان ہوتا ہے وہ خالی پیٹ میں اور انسانی خواہش کی عدم تسکین کے موقع پر نہیں ہوتا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جس کو نفسانی خواہش زیادہ ہوتی ہو لیکن اس کے پاس ازدواجی زندگی اختیار کرنے کی مالی سکت نہ ہو روزے رکھنے کی تلقین فرمائی تاکہ وہ اپنی خواہش پر غالب آسکے اور اس کی خاطر غلط کام میں مبتلا نہ ہو جائے۔ روزہ کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکیوں کی راہ بناتا

پڑتا ہے، اس میں آخرت کے اجر کے لیے اپنے مال کو صرف کرنے کا، اپنے پروردگار کی یاد کو دل میں جگانے کے لیے نماز و تلاوت کا خاص موقع ملتا ہے، اپنی زبان کو خوبی اور نیکی کا پابند بنانے کا ماحول ملتا ہے، اپنے وقت کو سترے اور پاکیزہ کام کے ساتھ وابستہ کرنے کا داعیہ ملتا ہے اور نیک عمل کی توفیق ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیاطین قید سلاسل کر دیئے جاتے ہیں، شیاطین جن کا کام بس یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے کاموں سے برگشتہ بنائیں اور برے کاموں کے سبز باغ دکھائیں، اس ماہ میں اپنے اس ظالمانہ اور گندے کام سے روک دیئے جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں نیکی کرنے والوں کی نیکی کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور برائی اختیار کرنے والوں کو برائی کی طرف مائل ہونے میں اتنا داعیہ نہیں باقی رہتا جتنا غیر رمضان میں ہوتا ہے۔

ہر انسان نفس و نفسانیت سے بھی مرکب ہے، انسان کا نفس لذت کوش اور راحت طلب ہوتا ہے اس میں طمع کا مادہ بھی ہوتا ہے اور خود غرضی کا جذبہ بھی ہوتا ہے، زندگی کی بہت سی برائیوں کو اختیار کرنے میں انسان کا نفس محرک بنتا ہے اس میں شیطان کی کوشش پر ہی انحصار نہیں شیطان اس میں صرف بڑھاوا دیتا

رمضان المبارک کا مہینہ خیر و برکت کا مہینہ ہے، ایمان و عبادت کا مہینہ ہے، مسلمان کو مسلمان بن کر اور اپنے اعمال کو خدا کی خوشنودی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کا مہینہ ہے، دولت مند کو اپنی دولت مندی کے ذریعہ خدا کو راضی و خوش کرنے کا، اور غریب کو اپنی غریبی کے باوجود نیک عمل کرنے کا مہینہ ہے، یہ مہینہ آتا ہے تو فضا کو پر نور بنا دیتا ہے، اہل ایمان میں مسرت کی لہر دوڑا دیتا ہے، مسلمانوں کی صبح و مساء کو عجیب رونق سے پر رونق بنا دیتا ہے، بڑے عمر کے لوگ خلوص عمل کے ساتھ نیکی پر کاربند ہوتے ہیں، چھوٹی عمر کے افراد اس ماہ کی پرلذت افطاری سے سرور و لطف حاصل کرتے ہیں۔ اس کی قبل فجر کی سحریاں اور اس کے غروب شمس کی افطاریاں اس کی راتوں کا ذکر و عبادت، اس کے دنوں کی تلاوت، سب اس ماہ کی رونق کو دو بالا بناتی ہیں، پھر ان سب باتوں پر حاصل ہونے والا اجر ہر مومن کے دل کو پر سرور بناتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مخصوص اجر دینے کا وعدہ ہے۔

رمضان کا روزہ درحقیقت متنوع قسم کے اعمال کا مجموعہ ہے، اس میں مسلمان کو اپنے پروردگار کی رضا کی طلب میں اپنے نفس کو مارنا

تربیت گاہ سے پوری طرح کامیاب ہو کر اور ایک صالح اور سچے مسلمان بن کر نکلا کریں۔ روزہ کی افادیت اور عند اللہ اس کی اہمیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ نے دوسرے اعمال کے مقابلہ میں اس سے اپنی پسند زیادہ ظاہر کی ہے، حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بتایا گیا ہے کہ:

”عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف قال الله تعالى إلا الصوم فإنه لي وأنا اجزي به يدع شهوته وطعامه من أجلي“۔ [رواه البخاری و مسلم]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ کی فضیلت اور قدر و قیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے، اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر و ثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی اور نفس کشی کا خود صلہ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور اس کے روزوں کی قدر کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆☆☆

روزہ ایک بڑا عمل ہے، پھر اس میں نمازیں ہیں، تلاوت قرآن مجید ہے، غریبوں کی مدد ہے، اور بلا قید اور ہر وقت کھانے پینے سے روک ہے، اور زہد کی کیفیت اپنانے کا بہترین موقع ہے۔

پھر بطور مزید اس میں نیکی کرنے کا ثواب ستر گنا کر دیا گیا ہے، غیر رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی اور رمضان میں کی جانے والی ایک نیکی کے ثواب میں ایک اور ستر کا فرق ہے۔

پھر رمضان میں روزے رکھنا چونکہ تمام مسلمانوں پر بیک وقت ضروری کیا گیا ہے اس لیے مسلمانوں کے معاشرہ میں اس پوری مدت میں ہر طرف ایک ہی فضا بن جاتی ہے اور وہ فضا نیکی کی، ہمدردی کی، نرم خوئی کی، اور آخرت طلبی کی، احتیاط و عبادت کی فضا ہوتی ہے۔

اسی لیے رمضان میں ان لوگوں کو جن کو بیماری یا سفر کے عذر کی وجہ سے روزہ موخر کرنے کی اجازت دی گئی ہے ان کو بھی یہ منع ہے کہ وہ برسر عام کھائیں۔۔۔ ان کو حکم ہے کہ سب سے علاحدہ جگہ ایسا کریں تاکہ روزہ کی فضا متاثر نہ ہو۔

رمضان دراصل نفس کو قابو کرنے اور اس کی بری طاقت کو کمزور کرنے کا ایک سالانہ تربیتی نظام ہے اس نظام سے ہر مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ گزرنا پڑتا ہے، ضرورت ہے کہ جس طرح ہم زندگی کی ضروریات کے لیے کسی بھی سالانہ تربیتی کیمپ یا تربیت گاہ میں وقت توجہ و عمل کے ساتھ گزارتے ہیں رمضان کے اس نظام میں بھی اس کے آداب اور احکام کے مطابق وقت گزارا کریں تاکہ ہم اس سالانہ

ہے اور گناہوں کی راہ روکتا ہے لیکن روزہ کے اثرات اور اس کی نیک فضا اسی وقت اپنا عمل کرتی ہے جب روزہ کو اس کے آداب اور اس کی مقررہ احتیاطوں کے ساتھ رکھا جائے وہ خدا کے لیے ہو، اپنے کسی مادی یا خود غرضانہ مقصد کے لیے نہ ہو، روزہ میں جو باتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں ان سے پورا پرہیز ہو، اور روزہ کی فضا کو قائم کرنے کے لیے جو اعمال بتائے گئے ہیں وہ اختیار کیے جائیں۔

روزہ یوں ظاہر میں فجر کے وقت سے غروب آفتاب کے وقت تک کھانے پینے اور ساتھ ساتھ جھوٹ سے، غیبت سے اور زبان و ہاتھ کے دوسرے گناہوں سے پورا پرہیز کا نام بھی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ کسی نے روزہ رکھا اور کھانے سے پرہیز کیا لیکن غیبت، جھوٹ جیسے کاموں سے پرہیز نہیں کیا تو اس کو کیا ضرورت تھی کہ وہ بھوکا پیاسا رہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے شخص کا روزہ بیکار گیا، اسی لیے بعض ائمہ فقہ کے یہاں جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن سب ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ روزہ کا ظاہری عمل تو انجام پا جاتا ہے کیونکہ اصل شرط پوری ہو گئی لیکن اس کا ثواب جاتا رہتا ہے کیونکہ اس کے آداب کا لحاظ نہیں کیا۔ روزہ کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا موسم بنایا ہے اس میں جس قدر نیکی کرنے کی صورتیں بنتی ہیں دوسرے اعمال میں مشکل سے بنتی ہیں، اس میں تو ایک خود

## فکر و نظر

## اسلام انسان کے لیے انتہائی ضروری عنصر

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

تصدیق کرتا ہے جس کی اصلاح نہ کسی علم سے ممکن تھی، اور نہ کسی تہذیب کے ذریعہ، نہ کوئی طاقتور ملک اس کی اصلاح کر سکا، نہ یہ کسی عظیم الشان شخصیت کے بس میں تھا، اور نہ کوئی عقلی فلسفہ ہی اس پر قادر تھا جو حیوانیت کے گڈھے میں گرے

ہوئے اور درنگی کے دلدل میں پھنسے ہوئے بے قیمت و بے وزن انسان کو انسانیت کا اصل مقام دے سکے، یہاں تک کہ سابقہ مذاہب بھی اس کو صحیح رخ پر لاکھڑا کرنے میں اس کا ساتھ نہ دے سکے، اسلام ہی وہ مذہب ہے جو انسانیت کی تعمیر کرتا ہے، اس کا شیوہ ہے کہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، وہ لوگوں تک بھلائی اور خیر پہنچانے کا پیغام عام کرے، یہی وہ اسلام ہے جس نے انسان کو اس کے بلند مقام و مرتبہ سے روشناس کرایا، زندگی کی تعمیر اور مثالی معاشرہ عطا کرنے میں اس کے عظیم کارنامہ اور کردار کا صحیح تعارف کرایا، اور اس کو ایسے طریقے سکھائے جن کو اختیار کر کے دنیا کو نئی زندگی اور ولولہ عطا ہو، لوگ اس شخص کے اندر موجود بے بہا صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں، اور نیک انسانی مقاصد کو بروئے کار لا کر اپنی زندگی کو اسکے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں، ان کی شان امتیازی محبت و ایمان، تواضع و خاکساری، عدل و انصاف اور نصیحت و خیر خواہی ہو، ان میں اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی پیش کرنا اور ہر قسم کے فضائل و مناقب کی نشرو اشاعت بھی شامل ہو۔

اس طرح انسان نے اپنی کھوئی ہوئی قیمت کو پہچانا، اور اسلام کی ان تعلیمات پر عمل کر کے سعادت و خوش بختی کے درجات کو حاصل کیا جن کی طرف اسلام نے اس کی توجہ مبذول کرائی، اور ان کے ذریعہ زندگی کے رخ کو اس کے تمام معاملات

انسان ہے جو اپنے رب کریم سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے، یہی وہ بشر ہے جو اپنی خواہشات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کامل شریعت اور طور و طریق کے تابع بنا دیتا ہے۔

انسان کی دوسری قسم وہ ہے جو اپنی خواہشات کی تابع ہے، اتباع نفس کے مکرو فریب، شیطان کے بہکاوے اور پھندے میں ہے، گویا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی، وہ اپنی حیثیت اور اپنے مرتبہ سے نا آشنا اور نابلد رہا، دنیوی زندگی میں وہ اپنے کردار سے ناواقف ہوا، وہ تو صرف اور صرف اپنی حقیر تمناؤں، برے خیالات اور باطل تصورات، غلط نظریات، بے بنیاد و بے کار مقاصد اور حقیر لذتوں کا شکار بنا، وہ ظلم کے طریقے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، وہ صرف اپنی مفاد پرستی کی خاطر اور اقتدار کی ہوس میں نیز عیش پرستی سے زندگی بسر کرنے کے لیے ہر طرح کے اخلاقی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور انسانی قدروں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

اسلام انسانیت کی اصلاح اور انسان کو نظام تکوینی سے مربوط رکھنے کے لیے آیا، پست معیار سے اعلیٰ اقدار کی طرف نکالنے کے لیے برپا ہوا اور انسانی جرائم اور اخلاقی بیماریوں سے نکال کر اس کو عزت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچانے کے لیے ظہور پذیر ہوا، وہ عالمی معاشرہ جو ماقبل اسلام، بے راہ روی کا شکار تھا وہ اسی حقیقت کی

جب ہم اس وسیع تر دنیا میں اللہ کی افضل ترین مخلوق کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ مخلوق انسان ہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں تخلیق انسانی کے مراحل و منازل کا تذکرہ پورے اختصار و اجمال کے ساتھ بیان فرماتے ہیں: ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ [مؤمنون: ۱۴] (پھر ہم نے اس کو دوسری ہی مخلوق بنا دیا، وہ کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعتوں سے بڑھ کر ہے)، اگر انسان کائنات کی دوسری مخلوقات کے مقابلے میں ایک امتیازی حیثیت نہ رکھتا، تو اللہ تعالیٰ اس کی اہمیت کو نہ بڑھاتا اور اس کے مقام کو بلند نہ کرتا اور نہ یہ شرط لگاتا کہ وہ اپنی اس عقل سلیم کا صحیح استعمال کرے جس کے ذریعہ خیر و شر، نفع و ضرر اور بھلے برے کے درمیان فرق کر سکے، اور اللہ کے متعین کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے، تاکہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو کر زندگی گزار سکے، اور اپنی دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو، وہ اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانے، اور اپنے رب سے اور انسانوں کے ساتھ اس کا کیسا تعلق ہونا چاہئے، اس سے بھی آگاہ رہے، اور اپنے فرض منصبی کا جائزہ لیتا رہے، وہ اپنی ذمہ داری کا بھی احساس رکھے، پھر یہ کہ اس کے اپنے حقوق و فرائض ہیں جو انسان کی سعادت و کامیابی اور پوری مخلوق پر اس کی برتری کے لیے ثابت شدہ ضمانت کی حیثیت رکھتی ہیں، اور یہی وہ

میں شر سے خیر کی طرف، ذلت سے عزت کی طرف، غلو پسندی سے اعتدال پسندی کی طرف اور خرابی و بگاڑ سے توازن و سنجیدگی کی طرف پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء، زندگی کے سکون و قرار، انسانیت کی ہدایت اور اس کو تارکیوں سے روشنی کی طرف نکلانے کا فیصلہ فرمادیا ہے، چنانچہ یہ کفر و شرک کی تارکیوں سے ایمان کی کشادگی و وسعت کی طرف اور جہالت و ضلالت کے راستوں سے علم و عمل کی شاہراہ کی طرف ایک عظیم انسانی تبدیلی تھی، اس حقیقت و صداقت کو دیکھ کر اس کی بصارت اور دور اندیشی لوٹ آئی، اب اس پر اسلام کا درخشندہ و تابناک ستارہ جگمگاتا ہے، اس کے سامنے ایمان و فرمانبرداری والی زندگی کی فرمانروائی ہوتی ہے، یہ تو صرف اور صرف خدا کی قدرت کی وہ کاریگری ہے جو اس پر ایسی وسیع تر اور ہمہ گیر زندگی کا مقصد واضح اور روشن کر رہی ہے جو ہر زمانہ میں اور ہر جگہ دنیا و آخرت کی کامیابی و سعادت کی ضامن ہے۔

انسان زندگی اور وجود کائنات کے راز کو سمجھ چکا ہے، اس لیے کہ اس کا تعلق اپنے رب سے، پریشانی و خوشحالی اور فائدہ و نقصان ہر حالت میں جزا ہوا ہے اور ایمان و یقین کی بنیاد پر قائم ہے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ خوش بختی و کامرانی کا راستہ ہر اس شخص کے لیے کھلا ہوا ہے جو اللہ کی عبادت و فرمانبرداری کرنا چاہتا ہے، اور ان تمام ہدایات و نصائح اور تعلیمات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق وحی عطا کی گئی ہیں، یہیں سے انسان اپنی زندگی کا سفر از سر نو شروع کرتا ہے، اور اس راستہ کو بدل ڈالتا ہے جن کو وہ پہلے بغیر ہدایت کے خواہشات نفسانی اور شیطان کی پیروی میں

اپنائے ہوئے تھا، اب وہ ان تمام راہوں کو چھوڑ کر اللہ کے سیدھے راستے کی اتباع کرتا، اور ان عادتوں سے باز آجاتا ہے جنہوں نے اس کو اصل راستہ سے منحرف کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی اخلاق کی تعمیر جدید کے لیے، موجودہ برائیوں کی اصلاح کے لیے اور تاریک دائرہ حیات اور زندگی کے جملہ شعبوں کو روشنی عطا کرنے کے لیے شریعت کو نازل فرمایا، چنانچہ اللہ کی شریعت دائمی، ابدی اور سرمدی نعمت ہے جو زمانہ کے اسباب و عوامل سے کبھی متاثر نہیں ہوتی، وہ کبھی بھی اپنی شناخت و حیثیت نہیں کھوتی، بلکہ طول مدت کے باوجود بھی ہمیشہ برقرار رہتی ہے، کسی حالت میں اس کا قدم ڈگمگانہ نہیں سکتا، اور نہ اس کے قدم میں کبھی جنبش پیدا ہوسکتی ہے، اس فطری طریقہ کو اختیار کر کے انسان نفس پرستی اور حقیر زندگی کو چھوڑ کر اتباع حق اور سعادت و عزت والی دائمی زندگی کی طرف لوٹ جاتا ہے، اسی زندگی کے ذریعہ اس نے ایمان کی حلاوت محسوس کی ہے اور تقویٰ کی لذت پائی ہے، نیز انسانیت کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچا، اور اس کا مقام و مرتبہ مخلوق کے مابین بلند ہوا، ارشاد باری ہے:

”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرُوجِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا“ [اسراء: ۷۰]

(یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو عزت و شرف کا تاج عطا کیا، اور ان کو خشکی و تری ہر جگہ رزق دئے، نیز اپنی دیگر مخلوقات پر فضیلت بخشی)۔

انسان نے زمین پر خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، جبکہ فرشتوں نے اس کے اس بڑے عہدہ کی بخشش و عنایت پر نکیر کی تھی، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ تو زمین میں فساد برپا کریں گے، اور

خونریزی کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس اعتراض کو مسترد فرمادیا، اور ان سے جو بائیوں عرض کیا ”جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے“ کیا یہ سب چیزیں اس بات پر حجت نہیں ہیں کہ انسان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، وہ پورے عالم کا ایک ایسا عنصر اور فرد ہے جو افراد سازی کے میدان میں معمار کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام کا پیغام اور اس کی بنائی ہوئی تہذیب نیز مسائل و مشکلات کا حل نکالنے اور علمی و تہذیبی تبدیلیوں کا سامنا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ودیعت کیے ہوئے علمی اوصاف و شرائط کے اندر غور و فکر سے کام لینے والا شخص اس راز کو ضرور پالے گا، کہ اسلام ہی انسان کا اصل رہنما اور اس کے لیے باطل کی تارکیوں اور مخالف حالات میں روشنی کا ایک مینار ہے، یہ کوئی سماجی و معاشرتی مذہب یا خود ساختہ دینی طریقہ یا سیاسی نظریہ اور اقتصادی فلسفہ نہیں ہے جو صرف مصائب زندگی اور گردش زمانہ سے نکلنے اور نجات دلانے میں انسان کا ساتھ دے سکے، اور اس کو مادی اور اخلاقی گراؤوں اور انحطاط کے نتیجے میں درپیش آزمائشوں اور پریشانیوں سے بچا سکے جس نے اسے اصل شاہراہ سے دور رکھ کر مادی زندگی کے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک تہذیب اور قانون فطرت عطا کیا ہے اس کے ذریعہ ہر فساد کی اصلاح، انفرادی و اجتماعی زندگی میں ظلم و ستم کے خاتمہ اور تمام زمان و مکان میں حیات بشری کی خوش بختی و فلاح اور اس کی سعادت و خوش بختی کی ضمانت حاصل ہے، اگر یہ بلند ترین مقاصد نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ زندگی، کائنات اور انسان کو عطا کی گئی اسلام جیسی نعمت کے بارے میں کوئی اور

## سید احمد شہید اکیڈمی کی جدید و دیدہ زیب مطبوعات

### کتاب أمثال اللغتين: العربية – الأردية

از: علامہ عبدالرحمن کاشغری ندوی

اردو امثال کا معنی خیز عربی امثال سے تقابل، اردو اور عربی اشعار سے بر محل استشہاد  
مشکل الفاظ کی عمدہ تشریح، اہل علم و ادب کے لیے بہترین تحفہ  
صفحات: ۲۰۶ قیمت: ۱۳۰

### مجالس علم و عرفان

از: مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ماہ رمضان کی مجالس کا مجموعہ  
علم و عمل، دعوت و فکر اور سوز و گداز کی بے تکلف سوغات، سلوک و معرفت اور حقائق و معانی کا سنجھول  
علماء و طلباء اور خواص و عوام کے لیے یکساں مفید  
صفحات: ۳۶۰ قیمت: ۲۵۰

### اسلامی تہذیب کا عروج و زوال

(علمی و فکری حقائق کی روشنی میں)

از: محمد نفیس خاں ندوی

اسلامی تہذیب کے اسباب عروج و زوال کا گہرائی کے ساتھ جائزہ و تبصرہ  
مغربی مورخین کی منصفانہ شہادتوں کے ساتھ تجزیہ اور حوالوں کا مکمل اہتمام  
محققانہ و فاضلانہ اسلوب میں شستہ زبان کے ساتھ اہل علم و نظر کے لیے بہترین تحفہ  
صفحات: ۲۶۴ قیمت: ۲۲۰

### رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی (موبائل 9919331295)

نوٹ: یہ کتابیں لکھنؤ کے سبھی مکتبوں میں دستیاب ہیں۔

فیصلہ فرماتے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو  
ایک ایسا مکمل دائی اور ہمہ گیر دین بنا کر بھیجا ہے،  
جس کے ساتھ جزا و سزا اور حشر و نشر وابستہ ہے،  
اسی پر عزت و شرافت بھی موقوف ہے، اس میں بھر  
پور سکون و اطمینان مہیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد  
فرماتے ہیں:

”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ، وَأَنْتُمْ  
عَلَيْكُمْ بِرِضَايَ، وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ  
دِينًا“ [مانندہ: ۳] (آج میں نے تمہارے لیے  
تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمتیں پوری  
کر دیں، اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا)۔  
یہ سب خصوصیات انسان کے مفاد و نفع کے  
لیے ہیں جس نے دنیا کی قیادت کی باگ ڈور  
سنجھالی ہے، پھر یہ سارے امتیازات ان ابدی و  
سرمدی ارشادات و فرمودات اور نصائح کی روشنی  
میں اس کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالنے  
کے لیے ہیں، جن کا دار و مدار کلام اللہ اور حدیث  
نبوی پر ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ  
حَسَنَةٌ، لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا“ [احزاب: ۲۱]  
(تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
میں ایک بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ  
اور آخرت کے دن پر ایمان و یقین رکھے، اور خدا  
کو خوب یاد کرے)۔

اب ہمیں اس بات پر یقین کرنے کے لیے  
ہر طرح کا جواز موجود ہے کہ اسلام دراصل انسان  
کے لیے انتہائی ضروری عنصر ہے، اسکے بغیر اس کی  
زندگی ناقص، اس کا معاشرہ بے جان اور اس کی  
ساری جدوجہد رائیگاں ہے۔

☆☆☆☆☆

شمع فروزاں

## اسلام کا تصور حیات

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

چل سکتے ہیں جیسا کہ گاڑی اٹی کر کے مڑائی جاتی ہے، لیکن مستقل چلنا مشکل ہے۔ اور آج اس اٹلے چلنے کا نتیجہ سامنے ہے کہ بھائی بھائی کی نہیں بن رہی ہے، پڑوسی پڑوسی کی نہیں بن رہی ہے، حتیٰ کہ نمازی نمازی کی نہیں بن رہی ہے۔ ظاہر ہے یہ جھگڑے اسی لیے ہیں کہ فرائض میں ہماری کوتاہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کوئی گھر اس وبا سے نہیں بچا ہے، اگر آج کسی اعلیٰ درجہ کے خوش حال شخص سے بھی اس کی ذاتی زندگی میں سکون کے متعلق پوچھ لیا جائے تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ بس دور کے ڈھول سہانے، آپ کو ہمارے اندرون خانہ کی حقیقت کیا معلوم!

موجودہ دور میں نوجوانوں کے درمیان دو چیزیں بہت اہم اور قابل توجہ ہیں؛ ایک کھیل کا میدان اور دوسرے ناپنے گانے کا میدان۔ مسلم نوجوان آج انہیں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، اور ان دونوں میدانوں کے شہسوار داڑھی مونچھ کے کاٹنے والے ہیں، جن کی ذاتی زندگی انتہائی قابل رحم ہے، ان کا حال یہ ہے کہ وہ بمشکل چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک یا دو گھنٹے ہی ہنستے ہوں گے، البتہ بائیس گھنٹے ان کی زندگی میں سوائے رونے کے کچھ نہیں، اس لیے کہ وہ لوگ جو کام کر رہے ہیں، ظاہر ہے وہ بالکل غلط کام ہے، اور ہر غلط کام کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ انسان کو غیر معمولی حرج میں مبتلا کرے، آج جو نوجوان ان لوگوں کی ظاہری خوشی دیکھ کر ویسی ہی زندگی اپنے لیے مانگتے ہیں اور اس کی تمنا کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ ان لوگوں کے اندرون سے واقف ہو جائیں تو خوف سے دور بھاگیں، لیکن آج کل پوسٹر کا زمانہ ہے، اور یہ پوسٹر جس کو چاہیں جو بنا دیں، چور کو اچھا کہہ دیں اور اچھے کو چور کہہ دیں، سب انہیں کا حسن کرشمہ ساز ہے جو چاہے کریں۔ یاد رہے کہ یہ سب مناظر

نظر رہے کہ اس کے ذریعہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے واقف بھی ہونا ہے۔ ہم یورپی مزاج نہ بنائیں کہ ہر ایک کو صرف اپنے سے مطلب ہو، وہاں تو یہ صورت حال ہے کہ ایک کمرہ میں بھی رہتے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے بالکل جدا رہتے ہیں۔

اسلام کی اجتماعی شکلوں پر کاربند رہنے کا ایک بنیادی فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی ضروریات سے بھی واقف ہوں گے اور ہماری آپس کی خلیجیں دور ہوں گی، اور اگر ان شکلوں ہی کا لحاظ مفقود ہو جائے گا تو کس کو توفیق نصیب ہوگی کہ وہ کسی کی ضرورت معلوم کرے، مگر انفسوں کی بات ہے کہ آج ہمارے سماج میں آپس ہی میں بے گانگی بہت بڑھتی جا رہی ہے، اگر یوں کہیں کہ سب جانور بننے جا رہے ہیں تو شاید غلط نہیں ہوگا، پہلے زمانہ میں لوگ جانور ہوتے تھے تو انسان بننے تھے، اور اب صورت حال یہ ہے کہ انسان سے جانور بننے ہیں، گویا آج ہر چیز بالکل اٹی ہو گئی ہے، پہلے بوڑھے لوگ اچھے ہوتے تھے اور اب اچھے لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں، عجیب و غریب صورت حال ہے، اور حد تو یہ ہے کہ کبھی کبھی یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص اچھے کام کرنے سے برے ہو گئے، فلاں شخص پہلے نمازی تھے وہ نماز چھوڑ بیٹھے، اور بہت سے خیر کے کام کر لیتے تھے وہ بھی چھوڑ بیٹھے، حالانکہ یہ وہ کام ہیں جو اس لیے کیے جاتے ہیں کہ زندگی میں جو بھی معاملہ الٹا ہے، اس کو سیدھا کر دیا جائے، اس لیے کہ اگر اٹلے ہی چلتے رہے تو ایک سیڈینٹ ہو جائے گا، تھوڑا بہت

جب اہل ایمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے کے ایمان سے فائدہ ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کا نظام اجتماعی رکھا ہے، پانچ وقت مسجد آنے کے جو بہت سے فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی ملاقات سے ایک دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں؛ یعنی انسان متاثر ہوتا بھی ہے اور متاثر کرتا بھی ہے، لہذا اگر آپ اچھے آدمی کے ساتھ رہیں گے تو آپ پر اس کا اچھا اثر پڑے گا، اور اگر کسی برے شخص کے ساتھ رہیں گے تو اس کا برا اثر پڑے گا، اور اگر کوئی اس بات کا انکار کرتا ہے تو گویا وہ حقیقت کا انکار کرتا ہے، اس لیے کہ دین اسلام میں انہیں چیزوں کے پیش نظر تائید کی گئی ہے کہ بروں کی صحبت سے بچو اور اچھوں کی صحبت اختیار کرو، اور اسی لیے بار مسجد میں آنے کی پابندی بھی لگادی ہے، تا کہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور وہ مکمل طور پر اچھے نہیں ہیں، جب وہ بار مسجد آئیں گے اور کچھ دیر اچھے لوگوں کے ساتھ رہیں گے، تو یقینی طور پر ان میں بھی کچھ اچھائی آجائے گی، لیکن موجودہ دور میں ہم لوگوں کا مزاج کچھ اس طرح کا ہو گیا ہے کہ ہم اسلام کی اجتماعی شکلوں سے بھی کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا پاتے ہیں، اور ان میں بھی صرف اپنی جسمانی حاضری درج کرنا کافی سمجھتے ہیں، جب کہ صرف آنا اور جانا کافی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ پنج وقتہ نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ہونی چاہیے، اور ساتھ ہی یہ بات بھی پیش

قیامت کی علامات ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ آخری دور میں ایسے حالات پیش آئیں گے کہ لوگ سچے کو جھوٹا کہیں گے اور جھوٹے کو سچا کہیں گے، امانت دار کو خیانت والا کہیں گے اور خائن کو امانت دار کہیں گے، چنانچہ آج ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ جو اچھے لوگ ہیں وہ بے چارے اپنے کسی کنارہ پڑے ہوئے ہیں، اور جو برے لوگ ہیں، ان کے پیچھے زمانہ بھاگا چلا جا رہا ہے۔

آج ہمارے سوچنے کا معیار بدل گیا ہے، ہمارے نزدیک دنیا کی قیمت زیادہ ہے، اور دنیا داروں کی قدر و منزلت زیادہ ہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے، اسی لیے آج بھی جو لوگ واقعی اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس وقت ہم لوگوں پر دنیا اتنی حاوی ہو گئی ہے کہ ہمارا دین بھی دنیا بن گیا ہے، جب کہ پہلے صورت حال بالکل مختلف تھی، پہلے لوگ دنیا کو دین بناتے تھے اور اب حال یہ ہے کہ دین کو دنیا بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دنیا بقدر ضرورت رہے، لیکن ہم نے اس کو بالکل الٹا کر دیا ہے کہ آخرت بقدر ضرورت رہے، اور باقی دنیا ہی دنیا رہے۔ یاد رہے کہ جس طرح ایک بھوکے اور تھکے ماندہ شخص کو بقدر ضرورت غذا اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اگر وہ اس میں غلو کرے تو بد بھمی اور کاہلی کا شکار ہو جائے، اور اس سے بدبو پھوٹنے لگے، اسی طرح دنیا کے ہر انسان کو بقدر ضرورت وسائل زندگی کی ضرورت ہوتی ہے، اگر وہ ان کے حصول میں غلو کرے گا تو وہ بھی بد بھمی کا شکار ہوگا، اور اچھے اور سچے لوگ اس سے دور بھاگیں گے۔ لہذا معتدل راستہ یہ ہے کہ انسان بقدر

ضرورت دنیا حاصل کرے، البتہ انتہائی درجہ انہماک دین اسلام میں پسندیدہ بات نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی ذرا بھی حیثیت ہوتی تو اللہ کی نافرمانی کرنے والے شخص کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا، لیکن دنیا کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے، اس لیے اس زندگی میں ہر کوئی انعامات خداوندی سے لطف اندوز ہو رہا ہے، اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح دنیا میں جب کسی مجرم کو پھانسی پر چڑھانا ہوتا ہے تو اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری آخری تمنا کیا ہے؟ اس وقت وہ جو بھی فرمائش کرتا ہے، اس کی فرمائش پوری کی جاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرکواس دنیا میں خوب دیتے ہیں، کیونکہ آخرت کی زندگی میں اسے جہنم میں جانا ہے، لہذا اسے یہاں جتنا کھانا ہو وہ کھالے۔ اسی لیے بعض آیات سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایمان والے بندوں کا ایمان ڈانوا ڈول نہ ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ کافروں کا گھر سونے کا بنا دیتا تاکہ وہ خوب عیش کر لیں اور

ان پر حجت تمام ہو جائے، پھر اس کے بعد ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے، لیکن اہل ایمان کی خاطر ایسا نہیں کیا گیا کہ کہیں ان کی چمک دمک کو دیکھ کر وہ بھی اسی میں نہ الجھ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی ایسی بے حیثیتی کا علم ہونے کے باوجود بھی اگر ہم دنیا ہی کے لیے جنیں گے مریں گے، تو یاد رہے کہ حدیث شریف میں دنیا کی مثال مچھر سے دی گئی ہے اور مچھر کا پر دیکھنے میں چھوٹا اور معمولی ہوتا ہے، لیکن جب مچھر کا ٹٹا ہے تو اس سے ڈینگو اور لیبریا پیدا ہو جاتا ہے، اگر غور کیا جائے تو آج پورا سماج اسی مچھر کے کاٹے کا شکار ہے، اور ہر ایک ڈینگو یا لیبریا میں مبتلا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ امیر شخص زیادہ مبتلا ہے اور غریب شخص اپنے معیار کے اعتبار سے کچھ کم مبتلا ہے، البتہ مجموعی طور پر پورا سماج بیمار ہے، جس کے علاج کی سخت ضرورت ہے، اور جب تک اس علاج کی فکر نہیں کی جائے گی، اس وقت تک ہمارے سماج میں صالح اور شرم آور نتائج کی امید مشکل ہے۔

☆☆☆☆☆

## روزوں کے متعلق آپ کا عملی نقشہ زندگی

علامہ سید سلیمان ندوی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں، مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کیا تھی؟ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب روزے رکھنے پر آتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی افطار نہ کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی، مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ کبھی دو دو تین تین دن بیچ میں کچھ کھائے پئے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ میں نہ جاتا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے: تم میں سے کون میرے مانند ہے؟ مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے، سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان پورے کے پورے روزوں میں گزرتے تھے، ہر مہینہ کے ایام بیس (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں اکثر روزے رکھتے تھے، محرم کے دس دن اور شوال کے چھ دن روزوں میں گزرتے، ہفتہ میں دو شنبہ اور جمعرات کے دن روزہ میں بسر ہوتا، یہ تھاروزوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نقشہ زندگی۔

☆☆☆

## رمضان اور احتسابِ نفس

مولانا بلال عبدالحی ندوی

ومن أشبع صائماً سقاه الله من حوضي شربة لا يظلم حتى يدخل الجنة، وهو شهر أوله رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار، ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار“.

[شعب الایمان للبيهقي: ۳۶۰۸]

(حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تمہارے اوپر ایک بابرکت و عظیم الشان مہینہ سایہ لگن ہونے والا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مقدس و متبرک ماہ میں روزے رکھنے کو فرض اور راتوں میں قیام کو نفل قرار دیا ہے، لہذا اگر کوئی شخص ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے کوئی خیر اور نیکی کا کام کرے گا، تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ اس نے اس کو اس مہینہ کے علاوہ میں فرض ادا کیا ہو اور جو بھی اس مہینہ میں فرض ادا کرے گا تو وہ ایسا ہی ہوگا کہ اس مقدس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیا ہو، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ مَوَاسَاةٌ و غم خواری کا ہے، یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے، اگر کسی نے بھی اس مہینہ میں کسی بھی روزہ دار کو افطار کرا دیا، تو اس کی گناہوں سے مغفرت ہوگی اور آگ سے آزادی ملے گی اور اس روزہ دار کے ثواب کے برابر اسے بھی ثواب دیا جائے گا، بغیر اس روزہ دار کے ثواب میں کمی کیے، صحابہ کرام نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم میں ہر شخص تو ایسا نہیں ہے جو روزہ دار کو افطار کرا سکے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا پڑھنا ثابت ہے کہ: ”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ“ [شعب الایمان للبيهقي: ۳۸۱۵] (اے اللہ! رجب و شعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان تک پہنچادے) پھر جب شعبان کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے استقبال میں بکثرت روزے رکھتے تھے، پھر جب شعبان کی آخری تاریخیں ہوتیں تو آپ خطاب فرماتے:

”عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال: خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال: یا أيها الناس قد أظلمکم شهر عظیم، شهر مبارک، شهر فیہ لیلة خیر من ألف شهر، جعل اللہ صیامہ فریضة و قیام لیلة تطوعاً، من تقرب فیہ بخصلة من الخیر کان کمن أدى فریضة فیما سواہ، ومن أدى فریضة فیہ کان کمن أدى سبعین فریضة فیما سواہ، وهو شهر الصبر، والصبر ثوابه الجنة، وشهر المواساة، وشهر یزداد فیہ رزق المؤمن، من فطر فیہ صائماً کان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبتہ من النار، وکان له مثل أجره من غیر أن ینقص من أجره شیء، قلنا: یا رسول اللہ! أیس کلنا یجد ما یفطر به الصائم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یعطى اللہ هذا الثواب من فطر صائماً علی صدقة لبن أو تمره أو شربة من ماء،

رمضان کا مبارک مہینہ سایہ لگن ہونے کو ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور پھر آہستہ آہستہ تیس سال کی مدت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذریعہ سے عالم انسانیت کو ہدایت کی وہ ابدی کتاب ملی جس کا حرف حرف روشنی اور صداقت ہے، یہ اللہ کا انسانوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے صرف کتاب ہی نہیں دی بلکہ صاحب کتاب کی شکل میں اپنے ایسے محبوب بندے اور رسول کو بھیجا جو عالم انسانیت کے لیے سراپا رحمت، جس کی ذات خلق عظیم، رحمتہ للعالمین جس کی صفت، قرآن مجید کی سراپا تفسیر، یہ وہ ذات تھی جس کے ذریعہ زمین کو بھی آسمانوں پر فخر کرنے کا شرف حاصل ہوا، اس کے واسطے سے ہدایت ربانی کا وہ ابدی تحفہ ملا جو زمین کو آسمانوں سے جوڑنے والا ہے اور زمین اپنی ہزار پستیوں کے باوجود آسمان سے باتیں کرتی ہے۔

یہ کلام ربانی رمضان سے مناسبت خاص رکھنے والا کلام ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں قرآن مجید کا دور حضرت جبرئیل کے ساتھ فرماتے، یہ تراویح کا سلسلہ حقیقت میں اس کی یادگار ہے اور یہ دور الفاظ کا بھی ہوتا تھا اور معانی کا بھی، رمضان کا مہینہ آتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ایسا اہتمام فرماتے جیسے کسی بہت خاص اور معزز مہمان کا استقبال ہوتا ہے، دو مہینہ پہلے رجب کے مہینہ

سنتیں عبادات کی بھی ہیں، معاملات و معاشرت کی بھی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سب کچھ دیا ہے، یہ مہینہ ان تمام خیروں کو جذب کرنے کا ہے، سنتوں کی روشنی آتی جائے گی تو جہالت کی تاریکی نکلتی جائے گی، لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم ان سنتوں میں فرق نہ کریں، جس طرح عبادات کی سنتیں ہیں اسی طرح معاملات و معاشرت کی بھی ہیں، ہمیں ایک مکمل نمونہ اختیار کرنا ہے اور یہ نمونہ غیروں میں اسلام کی کشش کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے۔

☆☆☆☆☆

حرماں نصیبی کی بات ہے۔ یہ مہینہ قرآن و سنت کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت کو سامنے رکھ کر نفس کو تولنے کا مہینہ ہے، ہمارے عقائد و عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، زندگی کا طریقہ کس طریقہ کے ساتھ میل کھاتا ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز کو تولا جائے، کتاب و سنت کے چوکٹھے میں فٹ کر کے دیکھا جائے، کہاں کمی ہے؟ کہاں زیادتی ہے؟ غیروں کے طریقے ہم نے کہاں تک اپنی زندگی میں داخل کر لیے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہم سے کہاں کہاں چھوٹ رہی ہیں؟

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ثواب عطا کرے گا جو دوودھ کا ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کو افطار کرادے اور جو بھی شخص کسی بھی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے اس طرح سیراب کرے گا کہ اس کو پھر پیاس ہی نہیں لگے گی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ یعنی عشرہ اولیٰ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت اور بخشش کا ہے اور آخری عشرہ آگ سے آزادی اور نجات کا ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے ماتحتوں کے کام میں آسانی پیدا کرنے کے لیے تخفیف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور آگ سے نجات اور آزادی عطا کرے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں آتا ہے کہ عشرہ بعشرہ آپ کی ریاضتوں میں اضافہ ہو جاتا، آخری عشرہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے، راتوں کو جاگتے اور گھر والوں کو بھی بیدار فرماتے اور سخاوت کا حال یہ ہوتا کہ: "سَكَانَ الْجُودِ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ" [صحیح البخاری: ۱۹۰۲] (ان کا جود و سخاوت ہوا سے بھی زیادہ ہوتا) ہر قسم کی نیکیوں کی ترغیب دیتے، فرماتے کہ یہ "شہر المؤمناسۃ" ہے، نمکساری کا مہینہ ہے، جو اس میں اپنے غلاموں اور نوکروں کے بوجھ کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے بوجھ کو ہلکا کر دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کو یہ مبارک مہینہ ملے اور اس کی مغفرت نہ ہو، رمضان گزر جائے اور ادا توں میں فرق نہ آئے، زندگی کا رخ درست نہ ہو، احتساب نفس کی صفت پیدا نہ ہو، یہ بڑی

## Declaration Of Ownership & Other Details

### Form-4 Rule-8

Name Of Paper: Tameer-e-Hayat  
Place Of Publication: Lucknow  
Periodicity Of Publication : Fortnightly  
Cheif Editor: Shamsul Haque Nadwi  
Nationality: Indian  
Address: Campus Darul Uloom Nadwatul Ulama, Tagore Marg, Lucknow U.P. INDIA  
Printer & Publisher : Mohammad Taha Athar  
Nationality: Indian  
Address: 21, Adnan Palli, Near Hira Public School Ring Road, Dubagga Kakori, Lucknow.

I Mohammad Taha Athar Printer, Publisher Declare That The above information Is correct To the best of knowledge and belief.

Mohammad Taha Athar

نقد و نظر

## محمد رسول اللہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ

محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی

ان دو اہم کتب سیرت کے ذکر کے ساتھ جب سیرۃ النبیؐ کی بات آئی تو اس قسم کے جملے اہم محققین کے قلم سے نکلے کہ یہ کتاب بیسویں صدی کیا معنی، گذشتہ کئی صدیوں کی ادبیات سیرت کی ممتاز ترین کتابوں میں ہے۔ وجہ روح اور جذبہ کے ساتھ اس کا ادبیانہ شکوہ اور زور بیان میں اور بیانیہ جمال میں، دلیل کی قوت، تحریر و تجزیہ کی بلندی روایات کا محدثانہ، مورخانہ اور متکلمانہ جائزہ، ان سب نے سیرت النبیؐ کو عالمی ذخیرہ سیرت میں ممتاز ترین مقام عطا کر دیا۔

ان تینوں مذکورہ کتابوں کے بعد سیرت نگاری میں مولانا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر حمید اللہ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری جیسے ناموں کے ساتھ اور بھی بے شمار نام سامنے آئے اور ایک احساس بھی یہ پیدا ہوا کہ ایسے قیمتی ذخیرے میں اب اضافے کی شاید گنجائش نہیں۔

مگر سیرت النبیؐ کے سو سال بعد جب مولانا تقی الدین ندوی کی کتاب محمد رسول اللہ: رحمۃ اللعالمین تین جلدوں میں آئی تو یہ احساس قوی تر ہو گیا کہ سیرت کی ہر کتاب اپنے آپ آہنگ، اسلوب، مغز و مواد اور فکر و نظر کی وجہ سے گواہی اس بات کی دیتی ہے کہ: وان لك لأجر غیر ممنون۔

مولانا تقی الدین ندوی کی اردو سیرت تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد سات سو دس، دوسری جلد چھ سو اسی اور تیسری جلد پانسواڑھ صفحات یعنی قریب دو ہزار صفحات پر تینوں جلدیں مشتمل ہیں۔ اصلاً یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی۔ یہ اردو ترجمہ اسی اصل عربی کتاب کا ہے اور انگریزی ترجمہ بھی اب زیر طبع ہے۔

ہے۔ اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسی طرح مولانا ابوالبرکات دانا پوریؒ کی کتاب صحیح السیر ہے، جس کے مقدمہ میں مولانا دانا پوریؒ نے لکھا کہ اردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی اب تک لکھی گئی ہے اور وہ ہے مولانا شبلیؒ کی سیرت نبویؐ، لیکن ان کی نظر میں علامہ شبلیؒ نے مغازی پر جو کچھ لکھا وہ بادل ناخواستہ ہے خصوصاً غزوہ بدر کے واقعات میں۔ مولانا دانا پوریؒ کا خیال تھا کہ واقعات کو الٹ پلٹ دیا گیا ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے کہ کثرت تصنیف ہی کثرت اختلاف کا باعث ہے، یہ دعویٰ کیا کہ جو ترتیب انہوں نے مغازی کی رکھی ہے غالباً وہ صحیح ترین ہے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اہل علم ان کی کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔ صحیح السیر اس طرح دو حصوں میں منقسم ہو گئی، ایک تو آنحضرتؐ کی مجاہدانہ زندگی اور دوسرے آپؐ کی پیغمبرانہ زندگی لیکن دوسرا حصہ تشنہ اشاعت ہی رہا۔ تاہم محققین کے نزدیک صحیح السیر بہر حال مستند قرار پائی۔ یہ بھی خیال سامنے آیا کہ مستشرقین کے اعتراضات اور الزامات کا جواب قرآن پاک اور حدیث صحیح کی روشنی میں دیا جائے۔ اس پر ایک فاضل نے لکھا کہ شاید ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ مستشرقین کا کام محض اعتراض کرنا ہے۔ اعتراض کے جواب سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔

علامہ شبلیؒ کی سیرت النبیؐ کی تالیف کی ابتدا قریب ایک صدی پہلے ہوئی اور اسی سے اردو زبان میں سیرت نگاری کے منجوں اور اسلوبوں کی ایک ایسی روایت کا بھی آغاز ہوا جس کو اہل تحقیق و نظر نے محدثانہ، مورخانہ، فقیہانہ، متکلمانہ، مناظرانہ وغیرہ خانوں میں تقسیم کر کے سیرت طیبہ پر مشتمل پورے ذخیرہ و سرمایہ کا جائزہ لیا۔ بیسویں صدی کے پہلے نصف میں سیرت کی جن کتابوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی، ان میں علامہ شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبیؐ، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی رحمۃ اللعالمین اور مولانا حکیم ابوالبرکات دانا پوریؒ کی صحیح السیر کا تذکرہ خاص طور سے کیا جاتا ہے۔ مکتبہ جامعہ سے شائع ہونے والے ایڈیشن میں رحمۃ اللعالمین کے ناشر نے لکھا کہ قاضی صاحبؒ نے سیرت کی ترتیب میں بہت احتیاط سے کام لیا اور صرف ان ہی روایات کو سامنے رکھا ہے جو معیار تحقیق پر پوری اتر چکی ہیں۔ مواد کی فراہمی کے سلسلے میں انہوں نے صرف مسلمانوں کی مذہبی کتابوں سے کام نہیں لیا ہے بلکہ انجیل، تورات و زبور اور کہیں کہیں ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی استفادہ کیا اور بہت کامیابی سے آنحضرتؐ کی رسالت اور ختم نبوت پر استشہاد کیا۔ ان ناشر کا نام موجود نہیں ہے، تاہم آگے خود قاضی منصور پوری مرحوم کے الفاظ بھی یہی بتاتے ہیں کہ انہوں نے صحیح روایات کے اندراج میں پوری کوشش و سعی کی

سیرت النبیؐ، رحمۃ للعالمینؐ اور اصح السیر اور دیگر کتب سیرت کی موجودگی میں اس قدر ضخیم اور مبسوط کتاب سیرت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ذہن میں اس سوال کا آنا توجہ کی بات نہیں، خود یہ سوال مصنف کے ذہن میں آیا۔ اسی لیے مقدمہ میں سبب تالیف بتاتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ:

”سیرت کے موضوع پر عربی زبان میں سیکڑوں کتابیں موجود ہیں جن کی تدوین میں حالات و واقعات کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس انداز کی اگر کوئی کتاب لکھنا چاہتا تو یہ کام قدرے آسان تھا لیکن میں نے ایسی کتاب لکھنا چاہی جس میں صحیح اور حسن روایتوں کو جمع کرنے کے ساتھ حالات و واقعات کا تجزیہ اور ان میں موجود اسرار و حکم کی نقاب کشائی اور دشمنان اسلام کا رد بھی ہو۔ تالیف کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ میں نے محسوس کیا کہ مستشرقین عربی زبان کے رموز سے نا آشنا ہیں اور جو اس فن میں مہارت رکھتے ہیں وہ بھی اسلام دشمنی کی وجہ سے حق کا برملا اظہار نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ سیرت کے اہم نکات اور واقعات کو غلط معنی پہنچا دیتے ہیں۔“

ایک بات اور بھی کہی کہ: ”ضرورت بہر حال باقی تھی کہ صحت کے التزام کے ساتھ روایات کی تحقیق کا بھی اہتمام ہو۔ عام طور پر سیرت کی کتابوں میں ہر طرح کی روایت داخل کر دی جاتی ہیں۔ صحیح، حسن، ضعیف حتیٰ کہ موضوع حدیثوں سے بھی سیرت کی کتابیں خالی نہیں ہیں۔“

مولانا ندوی نے اس ضرورت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کمال امانت داری سے اعتراف کیا کہ: ”یقیناً علمائے متاخرین نے سیرت پر ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں فن اسماء الرجال اور اصول جرح و تعدیل سے کام لیتے ہوئے حدیثوں پر کلام

کیا گیا اور ان کا درجہ بھی بیان کیا گیا ہے۔“

اس کے باوجود مولانا نے اپنی کتاب کیوں مرتب کی؟ اس کا جواب بھی ہے کہ: سیرت النبیؐ کے مقدمہ میں علامہ شبلیؒ کی تحریر، اس کے تکرار میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تحریر، مولانا سلیمان منصور پوریؒ اور مولانا علی میاں ندویؒ کی السیرۃ النبویۃ کی تحریریں جب ان کی نظر سے گزریں، اس وقت سے ذہن و دماغ پر یہ خیال پوری طاقت سے چھا گیا کہ ان بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے موجودہ زمانہ کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ان سب کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ نبی پاکؐ کی زندگی سراپا رحمت و برکت ہے، دنیا کو اپنے اخلاق و معاملات میں اسی رحمت اور اعتدال و توازن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ جن سیرت نگاروں نے اس پہلو کی طرف خاص توجہ دی ہے ان سے حتیٰ الامکان استفادہ کی کوشش کی ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ مولانا ندوی کے سامنے کسی تحقیق جدید سے زیادہ اردو کے سیرت نگاروں خصوصاً علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندوی کے وہ مباحث پیش نظر تھے جن سے عالم عرب کو عربی اور پھر یورپ کو انگریزی زبان کے ذریعہ متعارف کرنے میں زیادہ نفع اور فائدہ کی امید تھی۔

فاضل سیرت نگار کی پوری زندگی ہی ذکر و حدیث رسولؐ میں گزری ہے۔ ہندوستان میں وہ اس وقت حدیث کے علم و تحقیق اور بعض نہایت اہم احادیث کے مجموعوں کی ترتیب و تدوین و تعلق کی وجہ سے ائمہ محدثین کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی لیے اس کتاب سیرت کی اس خوبی کا اظہار جامعہ ام القرۃ مکہ مکرمہ کے استاذ حدیث شیخ موفق بن عبد اللہ نے یہ کہہ کر کیا کہ: اس کتاب میں محدثین کے منہج کی پیروی

ہے۔ تونس کے شیخ ابوبابہ نے اس خوبی کا اظہار کیا کہ مولانا ندوی نے ضعیف اور اسرائیلی روایات سے مکمل گریز کیا ہے بلکہ ایسی روایات کا ذکر کر کے ان پر سخت نقد و جرح کی ہے۔ ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد الحسن الترمذی نے ایک اور خصوصیت کی جانب اشارہ کیا کہ آنحضرتؐ کی ذات و سیرت پر لکھنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ حریم شریفین پر بھی گفتگو کی جائے۔ اسلام میں مکہ و مدینہ کے جو مخصوص احکام ہیں اور جو کتاب اللہ اور نبی کریمؐ کی سنت و سیرت سے ثابت ہیں ان پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے مولانا ندوی نے اپنی کتاب میں محفوظ رکھا ہے۔

مولانا نے حریم شریفین کے متعلق قدیم ترین کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ امام مالک کے شاگرد محمد بن حسن زبالہ مخزومی متوفی ۲ھ کی ایک کتاب جس کو حاجی خلیفہ نے اخبار المدینہ کا نام دیا اور یہ ۲۰۰۳ء میں مدینہ منورہ کے مرکز الحجوث و الدراسات سے شائع ہوئی، اس سے استفادہ کیا گیا۔ اسی طرح عمر بن شیبہ کی کتاب أخبار المدینة، تقی الدین الفاسی کی العقد الثمین فی أخبار البلاد الامین اور محمد بن اسحاق الفاکہی کی تاریخ مکة کا اپنے ماخذ میں ذکر کیا ہے۔

حدیث شریف کے بیان میں جو احتیاط اور واقعات و حالات کی جو مرجعیت ہے اس سے سیرت ایسی معتبر اور واقعیت کی حامل بنتی ہے، جو تاریخی انداز بیان میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ مولانا سید محمد رابع ندوی نے بتایا کہ کتاب میں اسی انداز بیان کو اختیار کیا گیا ہے۔

مولانا ندوی نے گرچہ علامہ شبلیؒ اور ان کی سیرت النبیؐ کے اثرات کا بار بار ذکر کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیرت نبویؐ کے اولین مصادر کی انہوں نے

جس طرح درجہ بندی کی ہے وہ سیرت کے ہر طالب علم کے لیے نہایت نفع بخش ہے۔ ماخذ میں انہوں نے بالترتیب قرآن کریم، حدیث و سنت کی کتب، معجزات نبوی کی کتب، شمائل نبوی اور مغازی و سیرت کی کتابوں پر جامع معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ایک باب علم و تاریخ کی عدالت میں تصانیف سیرت کا بھی قائم کیا۔ تصانیف سیرت کی عدالت میں واقدی ہمیشہ حاضر نظر آتے ہیں۔ مولانا نے واقدی پر محدثین کی زبردست تنقید کا ذکر کیا، امام نسائی اور ابن ماجہ کی رائیں نقل کی ہیں لیکن اس کے بعد لکھتے ہیں:

”بندۃ ناچیز کہتا ہے: واقدی نے اپنی کتاب میں ہر طرح کے رطب و یابس کو جمع ضرور کر دیا ہے لیکن ان کی کتاب کی تلخیص حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے ماہر جرح و تعدیل نے کی ہے۔ ابراہیم حربی اور ابن سعد نے جس طرح واقدی پر اعتماد کیا ہے اس لحاظ سے واقدی کی روایات کو یکسر مسترد نہیں کر سکتے بلکہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں ان روایتوں پر بھی صحت و ضعف کا حکم لگا کر صحیح اور ضعیف وغیر روایتوں کو الگ کر سکتے ہیں۔ طبری اور ابن سعد محدثین کے نزدیک بالاتفاق ثقہ اور مستند ہیں، پھر بھی ان کے ہاں ضعیف بلکہ موضوع روایتیں مل جاتی ہیں۔“

اس طرح مولانا کی اس کتاب سیرت کی ضرورت اور اس کی افادیت سامنے آتی ہے۔ رحمتہ للعالمینؐ کی خصوصیت کو کتاب کے نام میں شامل کرنا خود مصنف کی نیت اور ان کی غرض و غایت کی غماز ہے۔ موجودہ دور میں جس طرح اسلام اور مسلمانوں کو تشدد اور دہشت گردی اور غیر انسانی قوانین کے الزاموں سے ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے اور خود پیغمبر اسلامؐ کی حیات طیبہ کو نہایت شیطانی

مکرو فریب سے ایک بالکل متضاد صورت میں پیش کرنے کی سازشوں کو متحدہ عالمی کفریہ تشہیر کا حصہ بنا یا جا رہا ہے اس میں قرآنی حقیقت و ما ارسناک الا رحمة للعالمین کی حقیقت کشائی پہلے سے کہیں زیادہ ضروری اور مطلوب ہے۔ اصلاً یہی جذبہ اس پوری کتاب سیرت میں جاری و ساری ہے۔

ایک جگہ مولانا ندوی نے امام احمد کا یہ مشہور قول نقل کیا کہ: تین علوم کی کوئی بنیاد نہیں ہے: تفسیر، ملاحم اور مغازی اور پھر اس قول پر یوں کلام کیا کہ:

سب سے پہلے خود اس قول کی صحت ہی میں شبہ ہے، کیوں کہ امام احمد نے اپنی مسند میں تفسیر، مغازی اور ملاحم کی حدیثیں کثرت سے بیان کی ہیں۔ اس سے ان کے مذکورہ قول کی خود ہی تردید ہو جاتی ہے۔ دوسرے صحت کی نفی سے حدیث کا موضوع یا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ملا علی قاریؒ کا قول ہے کہ عدم ثبوت سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار میں بیان کیا ہے کہ امام احمدؒ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: وضو کے اندر تسمیہ کے تعلق سے مجھے کوئی حدیث نہیں معلوم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ جانے سے نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر مان بھی لیا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ثبوت کی نفی سے ضعف ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ثبوت سے مراد صحیح حدیث کا ثبوت بھی ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے حسن کی گنجائش بہر حال باقی رہتی ہے۔ یہ پوری بحث صاف ظاہر کرتی ہے کہ مولانا ندوی کا علم حدیث میں تبحر اس کتاب کی تالیف کا سب سے اہم عنصر ہے۔ کتاب کے ماخذ میں قریب اسی فیصد حوالے کتب احادیث کے ہیں اور یہیں سے مولانا کی کتاب سیرت کی وہ امتیازی حیثیت نمایاں ہوتی ہے جس کو مصنف علام نے ازراہ انکسار دوسری کتب سیرت کے مطالعات

کا نتیجہ بتایا ہے۔ جو ادلی کی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام کے حوالے سے یہ بات کم ہی جگہ ملے گی کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکہ بعثت نبوی کے وقت ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، وہ عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے محض بے خبر ہیں۔ مکہ چھٹی صدی عیسوی ہی میں ابتدائی بدویانہ عہد سے نکل کر تمدنی و شہری نظام میں داخل ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ام القریٰ کہا ہے۔ مکہ کا نظام رضا کارانہ اتحاد کی بنیاد پر قائم تھا۔

سیرت نگاری میں محدثانہ طرز بیان کا گویا التزام ہے جو غیر شعوری ہو سکتا ہے لیکن مصنف کی حدیثی فکر اور اہتمام کا فطری اظہار بھی کہا جاسکتا ہے، جیسے رسول اللہ کی کنیت کی بحث میں ابوالمؤمنین کا ذکر کر کے اور شامی کا یہ قول نقل کیا کہ قرآن مجید میں النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم ہے، یہاں حضرت ابی بن کعب ہو و اب لہم بھی پڑھتے تھے۔ مولانا نے یہ قول نقل کیا لیکن بغیر کسی تبصرہ کے واللہ تعالیٰ اعلم کہہ کر خاموش ہو گئے۔ البتہ حاشیہ میں امام نووی، امام بخاری اور سنن ابی داؤد کے کئی اقوال نقل کر دیے۔ اسی طرح شق صدر کی بحث میں وہ بڑے اعتماد سے لکھتے ہیں کہ: شق صدر کے اوقات کی تعیین صرف مختلف روایتوں کو پیش کرنے سے نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ابن حجر قسطلانی اور زرقانی نے کیا ہے بلکہ ان روایات کے سلسلہ سند اور راویوں کے ضعف و قوت پر نقد کر کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس پوری بحث کے آخر میں مولانا سید سلیمان ندوی کے مفصل کلام کے مطالعہ کی جانب توجہ دلاتے ہیں یعنی صاف ظاہر ہے کہ وہ سیرت النبیؐ کی بحث کو راجح قرار دیتے ہیں۔ پہلی جلد غزوہ احد پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری جلد.....

بقیہ صفحہ ۲۳ پر

محاسن اسلام

## عیادت کی فضیلت اور آداب

عیادت و تیمارداری کے سلسلہ میں مسلم و غیر مسلم میں فرق نہ کیجیے

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

غیر مسلم میں فرق نہ کیجیے۔ ہر بیمار کی عیادت کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو، پڑوسی ہو یا غیر پڑوسی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور منافقین کی بھی عیادت فرمائی ہے۔ بلکہ شدید تکلیف پہنچانے والے دشمنوں کی بھی عیادت فرمائی۔ سیرت کا یہ مشہور واقعہ آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ ایک عورت پیارے نبی کے اوپر کوڑا پھینکتی تھی۔ اس نے ایک دن آپ پر کوڑا نہ پھینکا تو آپ نے اس کے بارے میں معلومات کیں۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ آپ کے اس حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئی۔ اس نے اپنے کروت کی معافی مانگی اور اسلام لے آئی۔ اس واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ عیادت کرنے سے نہ صرف اجر ملتا ہے بلکہ مریض اخلاقی اثر قبول کرتا ہے۔

جب آپ کسی غیر مسلم کی عیادت کے لیے جائیں تو موقع پا کر حکمت عملی سے اسلام کی طرف دعوت دیجیے۔ بیماری میں آدمی کا دل نرم ہو جاتا ہے اور قبول حق کے لیے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ نسبتاً وہ خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کی خدمت کیا کرتا تھا ایک بار وہ بیمار پڑا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے سر ہانے بیٹھ کر اسے دلاسا دیا اور اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ باپ نے لڑکے سے کہا: ”بیٹا! ابوالقاسم کی بات مان لے۔“ چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر سے یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس خدا کا

کے لیے ضروری قرار دیا اور اسے اپنے مسلمان بھائی کا حق قرار دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

”مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر اور جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر اور جب وہ تجھ سے نصیحت چاہے تو اس کو نصیحت کر اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ (اللہ کا شکر) کہے تو تو اسے یہ دعادے: يَرْحَمَكَ اللهُ (اللہ تم پر رحم کرے) اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر اور جب اس کی وفات ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔“

[صحیح مسلم]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مؤثر اور دلنشین انداز میں عیادت کی اہمیت و فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ خدا قیامت کے روز ایک بندے سے پوچھے گا: ”اے ابن آدم میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے خدا تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، تیری بیماری اور عیادت کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”اے بندہ خدا کیا تجھے یاد نہیں رہا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔“

[صحیح مسلم]

عیادت و تیمارداری کے سلسلہ میں مسلم و

انسان جب بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے جو بے چینی اور تکلیف ہوتی ہے وہی جانتا ہے۔ مصیبت اور پریشانی کے اس عالم میں اگر کوئی اس کی خیریت معلوم کرتا ہے۔ کسی بھی حیثیت سے اس کی ڈھارس بندھاتا ہے۔ اس کی خدمت کرتا ہے تو اسے بڑا سہارا محسوس ہوتا ہے۔ اس کی آدھی تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا یہ احساس اسے بڑا حوصلہ دیتا ہے کہ بیماری میں اس کی خدمت کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ اس احساس کی وجہ سے اسے نفسیاتی طور پر صحتیاب ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسلام نے مریض کی عیادت کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں حکم دیا: ”مریض کی عیادت کرو۔“ [ابوداؤد]

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت پر ابھارتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”جب بھی کوئی مسلمان صبح کو کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو شام تک پچاس ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک پچاس ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے پنے ہوئے پھل ہوں گے۔“

[جامع ترمذی]

عیادت و تیمارداری کو آپ نے ہر مسلمان

شکر ہے جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا۔

[صحیح بخاری]

یاد رکھئے کہ بیمار کی عیادت پر اسلام نے نہ صرف ابھارا ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید کی ہے بلکہ بیمار کی پریشانیوں کو دیکھتے ہوئے اسے بہت سی رعایت بھی دی ہے۔ ذرا سوچئے جس کمزور مخلوق پر اللہ نے خود ترس کھایا ہو اور اس سے بہت سے فرائض و واجبات ساقط کر دیے ہوں وہ مخلوق آپ کی توجہ کی کتنی مستحق ہے۔ اسلام نے بیمار سے وضو کی فرضیت ساقط کر کے اسے تیمم کی اجازت دی ہے۔

”اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے آیا ہے حاجت رفع کر کے، یا پاس گئے ہو اپنی عورتوں کے پھر نہ پاؤ پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے اور مسح کر لو ہاتھ اور منہ کا اس سے“۔ [المائدہ: ۶]

اسی طرح بیمار کو نماز میں رخصت دی گئی کہ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو نماز بیٹھ کر ادا کرے اور اگر بیٹھ کر ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر ادا کی جائے۔ روزہ کے سلسلہ میں بھی بیمار کو رخصت دی گئی کہ حالت بیماری میں روزہ نہ رکھے یا توڑ دے اور دوسرے ایام میں قضا کرے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

ترجمہ: ”اور تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا مسافر ہو تو یہ تعداد (رمضان کی) دوسرے دنوں میں پوری کرے“۔ [البقرہ: ۱۸۳]

بیمار جن فرائض و واجبات کی طاقت نہیں رکھتے یا جن کی ادائیگی سے ان کی بیماری میں اضافہ ہو سکتا ہے ایسی تمام صورتوں میں اسلام ان کے ساتھ رعایت و ہمدردی کرتا ہے ان کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے اور اس کے لیے ایک ضابطہ کلیہ

بنادیا ہے:

”وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ“ [النور: ۶۱]

(اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں ہے)۔

اسلام نے مریض کی عیادت و تیمارداری کی نہ صرف تاکید کی ہے بلکہ اس کے آداب بھی سکھائے ہیں۔

پہلا ادب یہ ہے کہ جب بیمار کی عیادت کے لیے جائیں تو اس کی خیریت پوچھنے کے بعد اس کے لیے صحت و شفا کی دعا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائے تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اس کو تسلی اور دلاسا دے اور اس کی شفا کے لیے خدا سے دعا کرے“۔

[جامع ترمذی]

حضرت عائشہ عظمیٰ ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی گھر والے کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھتے اور فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اِذْهَبِ الْبَاسَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِى لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا“ [متفق علیہ] (اے انسانوں کے رب! تکلیف کو دور فرمادے۔ اے خدا شفا عطا فرما تو ہی شفا بخشنے والا ہے، شفا تیرے ہی بس میں ہے، ایسی شفا فرما جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے اس کے لیے ان لفاظ میں دعا فرمائی:

لَا بَاسَ طَهْرًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ [بخاری]

(پریشانی کی کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہوگی)۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ مریض کے پاس حسب ضرورت بیٹھئے۔ اگر آپ کا کچھ دیر تک بیٹھنا اس کے لیے باعث دلجوئی ہو تو دیر تک بیٹھئے۔ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ دیر تک بیٹھنے سے اس کے آرام میں خلل پڑے گا یا اس کے گھر والے آپ کی وجہ سے اس کی خدمت نہ کر سکیں گے تو ایسی صورت میں زیادہ دیر نہ بیٹھئے۔ جب تک آپ مریض کے پاس بیٹھیں اس کو دلاسا دینے والی باتیں کریں۔ دل و دماغ کو ٹھیس پہنچانے والی یا شور و شغف کی باتیں ہرگز نہ کریں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا اور شور و شغف نہ کرنا سنت ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ بیمار کے گھر والوں اور رشتہ داروں سے بھی بیمار کا حال پوچھئے۔ صرف حال اور ضرورت ہی نہ پوچھئے بلکہ تیمارداری میں حصہ لیجئے۔ اگر ہو سکے تو بیمار کے لیے پھل فروٹ یا پرہیز ی کھانا لے جائیے۔ ڈاکٹر کو بلانے یا مریض کو ڈاکٹر کے یہاں لے جانے اور دوا وغیرہ لا کر دینے کا جو کام آپ کر سکتے ہیں ضرور کیجئے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ جب آپ کسی بیمار کے گھر عیادت کے لیے جائیں تو غیر محرم عورت کے پردہ کا خیال رکھئے۔ ادھر ادھر تانے سے پرہیز کیجئے اور اس انداز سے بیٹھئے کہ گھر کی خواتین پر نگاہ نہ پڑے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک مریض کی عیادت کو گئے۔ گھر میں ایک خاتون بھی موجود تھیں۔ آپ کے ایک ہمراہی اس خاتون کو گھورنے لگے۔ آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اگر تم اپنی آنکھیں پھوڑ لیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔“

آخری ادب یہ ہے کہ جب آپ بیمار کی

عیادت کے لیے جائیں تو اس سے اپنے لیے دعا کی درخواست کیجیے۔ آدمی بیماری میں اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کی درخواست کرو۔ مریض کی دعا ایسی ہے جیسے فرشتوں کی دعا۔ [ابن ماجہ]

مرض، دکھ اور تکلیف ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اگر کبھی آپ بیمار پڑ جائیں تو صبر سے کام لیں۔ واویلانا کریں۔ یقین رکھیں کہ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اگر مسلمان صبر کے ساتھ اس کو برداشت کرے تو وہ تکلیف اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور آخرت کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس طور پر ہر تکلیف مسلمان کے لیے بجائے غم کے خوشخبری کا باعث ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مومن کی شان عجیب ہے، مومن کا ہر معاملہ اس کے لیے سراپا خیر ہے۔ اور یہ معاملہ صرف مومن کے لیے ہے۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس میں بھی خیر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خیر کا ذریعہ ہے۔“

بیماری کی حالت میں خدا کی طرف زیادہ دھیان لگائیے۔ خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کیجیے۔ وقت کا بیشتر حصہ دعا و استغفار میں گزارے۔ خود اپنے لیے دعا کیجئے اور اپنے متعلقین کے لیے بھی دعائیں کیجئے۔ آخرت اور قبر کی منزلوں کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائیے اور خدا سے نیک توفیق طلب کیجئے۔

☆☆☆☆☆

.....بقیہ صفحہ ۲۰ کا

آپ کی وفات اور پھر ترکہ و آثار مبارکہ، آپ کی ازواج مطہرات کے مکانات اور آپ کی دایہ کے بیان پر پوری ہوتی ہے۔ اس میں آپ کے زمانہ علالت کے چند نہایت اہم اور موضوع بحث بننے والے واقعات میں بھی مولانا کی محدثانہ نظر نے معاملات کو بڑی آسانی سے قابل فہم بنادیا۔ غدیر خم سے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات تک مولانا ندوی کے انداز و اسلوب نے بتایا کہ وہ کس شان سے مشکل مراحل سے گزر گئے ہیں۔ تیسری اور آخری جلد کے موضوعات میں رسول اکرم کے شمائل و فضائل، اخلاق و عادات، معجزات و مبشرات کے ساتھ خصوصیات محمدیہ، خصائص ذاتیہ و نبویہ پر سیر حاصل بحث آگئی ہے۔ کتاب کے نام میں ادائے فریضہ رسالت اور معلوم جہانوں کے لیے سرمایہ رحمت کی جانب اشارہ ہے۔ تیسری جلد میں کائنات کے لیے باعث رحمت پر گفتگو خود باران رحمت میں بدل جاتی ہے۔ رحمت، اخلاق حسنہ، اعتدال و وسطیت، انسان کے مقام بلند سے آشنائی، اخوت اسلامی کا حق، دین مساوات، علم نافع اور عمل صالح، نرمی اور ملائمت کے داعی جیسے مضامین نے واضح کر دیا کہ محض بائبل کی روایتوں اور دوسری قوموں کے اعتراضات کا رد یا محض مغازی کے بیان میں سیرت کے سمندر کو محدود کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ شبلی و سلیمان کے اس منہج کی ترجمانی ملحوظ ہے جو اپنے دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر معاصر اسلوب کی خوبصورتی کو بھی پیش نظر رکھے۔ مصادر و حوالہ جات کی وضاحت بھی اسی اسلوب کا ایک حصہ ہے۔ مولانا ندوی نے اپنی اس کتاب کی تیاری میں عربی اور اردو کی قریب ساڑھے تین سو کتابوں کو اپنا ماخذ و مصدر بنایا ہے۔ کتاب کی تحقیقی اہمیت کے لیے یہی

کافی ہے۔ ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ نبی اکرم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبہ، ان کے درمیان فرق مراتب اور ان کے فضائل پر گفتگو کو بجا طور پر سیرت پاک کا جزو بنایا گیا اور خلفائے راشدین کا جدا ذکر بھی اس شان سے ہے کہ ان کے درمیان ترتیب کو ترتیب ربانی کا عنوان دیا گیا۔ ایک خوبی یہ بھی ہے کہ بعض ضروری مقامات پر عمدہ نقشے بھی دیے گئے ہیں۔

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے یہ رواں بھی ہے اور سلیس بھی۔ تاہم یہ اور بھی شگفتہ ہو سکتا تھا۔ بعض جگہوں پر عربی الفاظ کی جگہ اردو کے آسان الفاظ زیادہ مناسب ہوتے۔ بعض مباحث جیسے حضرت عائشہ کی شادی کے وقت ان کی عمر کے بیان میں بعض سوالات کے جواب مل جاتے تو ایک طبقہ کی تشویش دور ہو جاتی۔

کتاب جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی سے شائع ہوئی۔ سرورق کی دیدہ زیبی اور حسن سلیقہ سطر سطر سے نمایاں ہے۔ قیمت درنہ نہیں ہے، مجلد ہونے کے ساتھ اس کی تقطیع بھی عام کتابوں سے قدرے بڑی ہے۔ اعظم گڑھ، دیوبند اور لکھنؤ کے مشہور مکتبوں کے نام، ملنے کے پتے میں شامل ہیں۔ سن اشاعت ۲۰۲۲ء ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ ترکی، پروفیسر سعود بن ابراہیم امام حرم ملی، ڈاکٹر ابولبابہ طاہر صالح حسین رئیس جامعہ زیتونہ، ڈاکٹر موفیق بن عبداللہ، مولانا محمد تقی عثمانی کے مقدموں اور مولانا سید محمد رابع حسنی کی تقریظ نے کتاب کی قدر و قیمت کا گویا اعلان کر دیا۔ علامہ شبلی کی سیرت کے سوسال بعد، مولانا ندوی کی یہ کتاب سیرت کے لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہے۔

☆☆☆☆☆

## اسلامی تہذیب و تمدن اور غیر مسلم دانشوران

ڈاکٹر محمد سلمان خان ندوی

رکھتے ہوئے کہ وہ ایک بیٹی ہوتی ہے، بیوی ہوتی ہے، ماں ہوتی ہے اور جب وہ ان تینوں میں سے کسی حیثیت سے سماج میں نہیں رہ پاتی تو اس کی حیثیت مطلقہ یا بیوہ کی ہوتی ہے۔ اسلام نے ان تمام حالتوں میں عورت کو باوقار زندگی گزارنے کے اختیارات عطا کیے ہیں جن کے حصول کے بعد وہ سماج میں اپنی عزت و عظمت کی حفاظت کے ساتھ سماج میں اپنے مقام کو قائم رکھتی ہے۔

تعدد ازدواج، طلاق و خلع، نکاح بیوگان اور وراثت کے ضمن میں مالک رام نے ہندو دھرم، یہودیت، عیسائیت اور اسلامی قوانین کے باہمی موازنے سے تشبیہ و تمثیل کے طریقے پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی احکام سب سے زیادہ منصفی برانصاف ہیں۔ انھوں نے دور اسلام سے قبل ایام جاہلیت میں بیٹیوں پر ہونے والے مظالم کا بھی ذکر کیا ہے اور مختلف تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح بچوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا یا قتل کر دیا جاتا تھا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست تھا، نہ کھانے پینے کا اور نہ ہی جسمانی اور ذہنی تربیت کا کوئی انتظام تھا۔ اس کے بعض اسباب کی جانب بھی انھوں نے اشارے کیے ہیں جو بے حد مناسب اور درست معلوم ہوتے ہیں۔

مالک رام نے ”ماں“ کے عنوان سے عورت کی بے حد اہم سماجی حیثیت کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ یعنی عورت ماں ہوتے ہوئے دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہوتی ہے۔ ماں کو اسلام نے بے حد بلندی کا درجہ عطا کیا ہے حتیٰ کہ اسے باپ سے بھی زیادہ احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ انھوں نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۵، سورہ لقمان کی آیت ۱۴، ۱۵ اور مختلف احادیث کی روشنی میں والدین اور بالخصوص ماں کی اہمیت اور اس کے مرتبہ

تحقیقات کا محور بناتے ہوئے ایسی ناقابل فراموش کاوشیں پیش کیں جنہیں تاریخ نے ہمیشہ ہمیش کے لیے محفوظ کر لیا زیر نظر تحریر انہیں کاوشوں اور علمی و فنی میراث کے جائزہ پر مبنی ہے اور ان کی شرکت و حصہ داری کے ذکر کے لئے ہیں ذیل کی سطور میں انہیں کا ذکر کیا جا رہا ہے، کئی محققین کا تذکرہ یہاں کیا جائے گا جنہوں نے اسلامی علوم اور تہذیب و ثقافت کا منصفانہ تعارف پیش کیا ہے۔

مالک رام: ۱۹۰۶-۱۹۹۳ء

مالک رام اردو دنیا کے عظیم محقق کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ تاریخ کے بھی ایک اہم اسکالر ہیں۔ اسی طرح انہیں اسلامی ثقافت اور ادب پر بھی خاص عبور حاصل تھا۔ انھوں نے اسلامی ادب، روایات اور رسومات پر کئی مضامین لکھے۔ ان کی دو کتابیں ہرقاری کے لیے مفید ہیں جن میں ایک ”عورت اور اسلامی تعلیم“ ہے یہ کتاب اردو زبان میں سب سے پہلے ۱۹۵۱ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ جس کا انگریزی اور عربی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا جب کہ اسلامیات کے حوالے سے ان کی دوسری اہم کتاب کا نام ”اسلامیات“ تھا۔ اس میں مالک رام نے اسلام اور اسلامی روایات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے خواتین کے حقوق اور اسلام و دیگر مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے تہذیبی و تمدنی صورتحال کا ذکر کیا ہے۔

مالک رام نے عورت کی سماجی حیثیت کا خیال

ہندوستان میں اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ اور نشر و اشاعت میں غیر مسلموں کی بڑی حصہ داری رہی ہے اور یہ حصہ داری مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان خوشگوار تعلقات کو فروغ دینے کا ایک اچھا ذریعہ بھی ثابت ہوئی ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے میدان میں ان کی یہ دلچسپی ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد سے ہی نمایاں رہی ہے۔ ہندوستان میں ۱۶ویں اور ۱۷ویں صدی کو جاگیر داری اور سامراجی جبر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے اور اس دوران ہندوستان میں مختلف مفکرین و مصلحین نے جنم لیا چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، انہوں نے مجموعی طور پر آزادی وطن کے لیے جدوجہد کی۔ اس وقت کا معاشرہ شکست پر تھا۔ وہاں سبھی طبقات و فکر کے لوگ آباد تھے، وہ ایک دوسرے کے مذاہب و افکار کا مطالعہ بھی کر رہے تھے، اس طرح اسلام کی نشر و اشاعت اور تہذیب و تمدن کے میدان میں تحقیق کو بھی فروغ ملا۔

اسلامی تہذیب و تمدن اور سیرت کے لٹریچر میں ایسی بہت سی تحریریں کتابوں، کتابچوں اور مضامین کی شکل میں موجود ہیں، جن میں ہندوستان کے غیر مسلم دانشوروں کے احساسات و تاثرات جمع کیے گئے ہیں، چند نامور مفکرین جنہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو پیش نظر رکھا اور اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کو اپنا میدان عمل بنایا اور بیش قیمت تجزیات اور قرآن مجید و سنت نبوی کو اپنی

پر روشنی ڈالی ہے جس کے نتیجے میں وہ کہتے ہیں:  
”قرآن نے حسب معمول اس مسئلے پر بھی تفصیل سے بحث کی ہے۔ حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بھی تم اپنے والدین، قرابت داروں، بیہوشوں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو گے اللہ اس سے خوب واقف ہے [سورہ البقرہ: ۲۱۵]، اور حکم دیا کہ والدین سے نیکی اور احسان سے پیش آؤ اور ان پر اپنے اموال خرچ کرو، گویا صرف ماں باپ کی ضروریات کی کفالت ہی کا نہیں، بلکہ ہر حال میں ان پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔“

مالک رام نے اسلام میں حق وراثت کے تعلق سے وارثہ کا ایک باب قائم کیا ہے۔ جس کا تعلق خالصتاً معاشی اور سماجی حیثیت کا تعین کرنا ہے۔ دنیا میں مال و اسباب انسان کی اہم ضرورت، جینے کا ذریعہ اور سماجی مقام اور وقار کے حصول میں اہم سبب خیال کیا جاتا ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے دولت کی تقسیم میں اعتدال اور توازن برقرار رکھنے کے لیے بنیادی اصول اور قوانین وضع کیے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں زکوٰۃ اور صدقہ کا باقاعدہ ایک نظام موجود ہے۔ جس کے لیے بیت المال کا تصور بھی ہے۔ سود کی حرمت بھی اسی وجہ سے ہے کہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں۔ اسی طرح وصیت اور میت کے ترکے کی تقسیم کے بھی خاص اصول و قوانین ہیں۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء میں باقاعدگی سے ان اصولوں کو رب کا ننانے بیان کر دیا ہے۔ مالک رام نے الگ الگ عناوین کے تحت قرآن اور احادیث کی روشنی میں وصیت کے اصول، وصیت کی مستقل اہمیت، وصیت کو معتبر اور مضبوط بنانے کے لیے شہادت کے طریقوں اور قرآن سے شہادت مرتب کرنے کا جواز، وراثت کی تقسیم اور اس کے اصول پر ٹھہر کر گفتگو کی ہے جس سے ان کی باریک بینی کا پتہ چلتا ہے۔

خلاصے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالک رام کا محبوب میدان اسلامیات ہے۔ وہ قرآن اور حدیث کی بہترین فہم رکھتے ہیں۔ ان کا انداز بے حد دو ٹوک، بے لاگ اور منصفانہ ہے۔ وہ دلیلوں کی روشنی میں گفتگو کرتے اور بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔ انھوں نے اسلامی قوانین کی روشنی میں عورت کا مقام طے کیا ہے اور اس کے حقوق کی وضاحت کی ہے۔ ان کے نزدیک متن بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ تاریخی شواہد کو بھی وہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے تنگ نظری سے کہیں بھی کام نہیں لیا ہے اور نہ ہی غیر معتبر حوالوں کو شامل کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ماخذ کے حصول میں حد درجہ احتیاط برتی ہے۔ ایک محقق کی زبان اور طرز جس طرح کا ہونا چاہیے مالک رام اس کو سٹی پر کھرے اترتے ہیں۔

**منشی پریم چند: ۱۸۸۵-۱۹۳۶ء**  
ہندوستان کے ادباء میں منشی پریم چند (۱۸۸۵-۱۹۳۶ء) ایک مشہور نام ہے۔ انہیں اردو، ہندی دونوں زبانوں پر عبور تھا۔ انہیں افسانہ نگار اور ناول نگار کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ گو دان، بازار حسن، کرم بھومی ان کی نمایاں ادبی تخلیقات ہیں۔ ہفت روزہ پرتاپ، ستمبر ۱۹۲۵ء میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کی تلخیص ’اسلامی تہذیب‘ کے نام سے مدھر سندیش سنگم سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے تہذیب کے تین نمونوں (عدل و انصاف، مساوات، اخوت) سے بحث کی ہے اور ان میں اسلام کی امتیازی شان کو نمایاں کیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ذریعہ اپنی بات کو مدلل کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”عرفات کے پہاڑ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جس حیات بخش پیغام کی بارش ہوئی تھی وہ ہمیشہ اسلامی زندگی کے لیے آب حیات کا کام

کرتی رہے گی۔ اس پیغام کا جو ہر کیا تھا؟ عدل و انصاف، اس کے ایک ایک لفظ سے صدائے عدل و انصاف گونج رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اے مومنو! ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہاری ایک ہی برادری ہے۔ ایک بھائی کی چیز دوسرے بھائی پر کبھی حلال نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ خوشی کے ساتھ نہ دے۔ نا انصافی مت کرو، اس سے ہمیشہ بچتے رہو۔“ اس پیغام جاوداں میں اسلام کی روح پوشیدہ ہے۔ اسلام کی بنیاد عدل پر مبنی ہے۔ وہاں بادشاہ اور فقیر، امیر اور غریب کے لیے فقط ایک انصاف ہے۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں، کسی کی طرف داری نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔“ ان کا یہ قول سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے: ”خدا کی تمام مخلوق اس کا کنبہ ہے اور وہی شخص خدا کا برگزیدہ ہے جو بندگان خدا کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔“ [مشکوٰۃ المصابیح: ص ۱/۲۲۵] ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ اسلام میں عوام الناس کے لیے جتنی قوت کشش ہے وہ کسی اور میں نہیں ہے۔ جب نماز پڑھتے وقت ایک ہاتر خود کو شہر کے بڑے سے بڑے رئیس کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا پاتا ہے تو کیا اس کے دل میں احساس فخر کی ترنگیں نہ اٹھنے لگتی ہوں گی؟ اس کے برعکس ہندو سماج نے جن لوگوں کو پست بنا دیا ہے ان کو کنویں کی منڈیر پر بھی نہیں چڑھنے دیتے۔ انہیں مندروں میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ یہ اپنے سے ملانے کی نہیں، اپنے سے الگ کرنے کی علامتیں ہیں۔

**راجیندر نارائن لال: ولادت ۱۹۱۶ء**  
راجیندر نارائن لال (ولادت: ۱۹۱۶ء) کا تعلق بھرت پور (راجستھان) سے ہے، البتہ ان

کی تعلیم و تربیت وارانسی (یو. پی) میں ہوئی۔ کیونس کالج سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد کاشی ہندو یونیورسٹی بنارس سے ۱۹۳۰ء میں قدیم ہندوستانی تاریخ اور سنسکرت میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں شروع ہی سے مذہب سے لگاؤ تھا۔ امن و شانتی کی تلاش میں انہوں نے ہندو مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کا بھی مطالعہ کیا۔ انہوں نے ہندی میں 'اسلام- ایک سویم سدھ ایشوریہ جیون ویوستھا' (اسلام- ایک خدائی نظام حیات) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے ابتدا میں بدھ ازم، عیسائیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ پھر اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا نہایت مدلل انداز میں ازالہ کیا ہے۔ اسلام کا تعارف کراتے ہوئے ابتدا میں پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عفو عام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب راجندر لال نے لکھا ہے:

”اسلام لانے کے بعد جو کایا پلٹ ہوئی وہ گویا اس کی تاریخی حیات نو ہے۔ سب سے بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں فتح مکہ کے وقت ایک شخص کی بھی جان نہیں گئی (سوائے دو تین نہایت سرکش لوگوں کے) اور پیغمبر اور ان کے پیروؤں نے اپنے اپنے دشمنوں کے مظالم کا بدلہ و انتقام لیے بغیر انہیں چھوڑ دیا۔ تاریخ میں جنگ کے بعد فاتحین کے ذریعہ مفتوحین کو اس طرح اجتماعی طور پر معافی دینے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے برعکس دیگر دھارمک پرانوں کے قصوں میں اوتاروں اور دیوتاؤں کے ذریعہ سے مخالفین کے خوف ناک قتل عام کا تذکرہ مذکور ہے۔“ [اسلام ایک سویم سدھ ایشوریہ جیون

ویوستھا، راجندر لال، لال، ص/۳۱-۳۲] **سوامی لکشمی شنکر اچاریہ:** **ولادت ۱۹۵۳ء**  
سوامی لکشمی شنکر اچاریہ کی ولادت (۱۹۵۳ء) کانپور کے ایک برہمن خاندان میں ہوئی۔ سوامی جی نے کانپور اور الہ آباد سے تعلیم حاصل کی، مگر کچھ عرصہ کے بعد مادیت کو چھوڑ کر روحانیت کی طرف مائل ہو گئے۔ اسلام کے خلاف ہونے والے پروپگنڈے سے متاثر ہو کر انہوں نے 'اسلامک آٹنگ وادکا اتھاس' نامی کتاب لکھی، جس کا انگریزی ترجمہ **The History of Islamic Tolerance** کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں سوامی جی کچھ مسلمانوں کے رابطے میں آئے، جنہوں نے انہیں بتایا کہ اسلام کی حقیقت جاننے کے لیے قرآن کا مطالعہ بہ راہ راست یا کسی ترجمہ کی مدد سے کرنا چاہیے۔

اس سے پہلے اس ذات گرامی کا مطالعہ بھی ضروری ہے جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔ سوامی جی نے اس بات کو سنجیدگی سے لیا۔ ہندی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور ایک کتاب سیرت حاصل کی۔ ان کا مطالعہ کرتے ہی سوامی جی کی کایا پلٹ گئی اور اسلام کے بارے میں پھیلائے گئے تمام اعتراضات کا فوراً ہو گئے۔ انہوں نے ضروری سمجھا کہ اپنے سابقہ خیالات کے لیے ایک نئی کتاب تیار کریں۔ ان کی یہ نئی کتاب ہندی میں 'اسلام- آٹنگ وادکا آدرش اور اردو میں 'اسلام- دہشت گردی یا ایک مثالی دین کے نام سے شائع ہوئی۔ سوامی جی نے اپنی مؤخر الذکر کتاب کے پیش لفظ میں اپنی فکری روداد سفر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں اللہ سے، پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سبھی مسلمان بھائیوں سے علی الاعلان معافی

مانگتا ہوں اور لاعلمی میں لکھے ہوئے یا بولے ہوئے الفاظ کو واپس لیتا ہوں۔ عوام سے میری اپیل ہے کہ 'اسلامی دہشت گردی کی تاریخ' نامی میری کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اسے صفر سمجھیں۔“ [اسلامک آٹنگ وادکا اتھاس، سوامی لکشمی شنکر اچاریہ، ص/۱۱] سو صفحات کی اس کتاب میں شنکر اچاریہ نے بہت سے موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ انہوں نے اسلام پر لگائے جانے والے دہشت گردی کے الزام کی سختی سے تردید کی ہے، عدل و انصاف، مساوات اور قرآن کی دیگر اخلاقی و روحانی تعلیمات کو سراہا ہے، سناتن ویدک دھرم اور اسلام میں بہت سی مماثلتیں بیان کی ہیں۔ کتاب کی دو بحثیں قابل قدر ہیں: ایک تو یہ کہ اسلام کے بارے میں نفرت پھیلانے والوں نے قرآن کی چوتیس (۲۴) آیتوں کو سیاق و سباق سے کاٹ کر ان کے بارے میں یہ بات پھیلا دی تھی کہ یہ آیتیں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے لڑنے جھگڑنے، ان میں دہشت و غارت گری پھیلانے کا حکم دیتی ہے۔ اس پمفلٹ کو پڑھ کر سوامی جی بھی پہلے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن غلط فہمی دور ہو جانے کے بعد انہوں نے اس کتاب میں ان تمام آیتوں کو نقل کر کے بتایا ہے کہ ان کا ایک پس منظر ہے جو ان کے زمانہ نزول کے ساتھ خاص تھا۔ ان آیتوں میں بعد کے زمانوں میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا عمومی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ دوسری قابل قدر بحث اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانح حیات ہے، جو تیرہ (۱۳) صفحات پر مشتمل ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سوامی جی کے کئی اقتباسات یہاں نقل کیے جائیں، لیکن موقع محل کی تنگ دامن کی وجہ سے صرف ایک دو اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ فتح مکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں:

”حق کو قائم کرنے کے لیے اور باطل، ظلم و تشدد کے خاتمہ کے لیے جہاد (یعنی حفاظتِ دین اور اپنی مدافعت کے لیے جنگ) میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہوتے رہے۔ مکہ اور گرد و نواح کے کافر و مشرک منہ کی کھاتے رہے۔ اس کے بعد پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مکہ میں باطل و دہشت گردی کی جڑ کو نیست و نابود کرنے کے لیے چلے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کام رانیوں اور مسلمانوں کی عظیم قوت کو دیکھ کر مکہ کے کافروں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بغیر کسی خون خرابے کے مکہ فتح کر لیا گیا۔ اس طرح حق اور امن کی فتح اور ان کے مقابلہ میں باطل و دہشت گردی کی شکست ہوئی۔ مکہ میں، اسی مکہ میں جہاں کل ظلم کا بول بالا اور ذلت و خواری تھی، آج پیغمبر اور مسلمانوں کا استقبال ہو رہا تھا۔ فراخ دلی، فیاضی اور رحم دلی کی مجسم تصویر بنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سبھی لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ پر اور مسلمانوں پر بے دردی سے ظلم ڈھائے اور انہیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ آج وہی مکہ والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوشی سے کہہ رہے تھے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خاص طور پر یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ قریش، جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر خوف ناک مظالم ڈھائے تھے، فتح مکہ کے دن تھر تھر کانپ رہے تھے کہ آج کیا ہوگا؟ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر کے گلے لگا لیا۔“ [اسلامک آن لائن وادکا اتہاس، سوامی لکشی شکر آچار یہ، ص/ ۲۳۴-۲۳۵]

**مہاتما گاندھی: ۱۸۶۹-۱۹۴۸ء**

مہاتما گاندھی صحیح معنوں میں عدم تشدد کے بانی ہیں اور انھوں نے ملک کی تحریک آزادی میں اہم رول ادا کیا انہوں نے بھی اسلامی تہذیب اور

ثقافت کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اسلامی تاریخ کا ذریعہ دور عہد نبوت اور خلافت راشدہ کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں بڑی بیباکی کیساتھ بیان بھی کیا وہ لکھتے ہیں:

اسلام اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک تھا، دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہو گئے اسلام دینِ باطل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزرگ شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ اس کی اشاعت کا ذمہ دار رسول عربی کا ایمان، ایقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔ ان صفات نے لوگوں کے دلوں کو مستخر کر لیا تھا۔ یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت کے ساتھ پھیلاتا دیکھ کر خوف زدہ ہیں۔ اسلام جس نے انڈس کو مہذب بنایا۔ اسلام جو مشعلِ ہدایت کو مرا کو تک لے گیا۔ اسلام جس نے اخوت کا درس دیا۔ جنوبی افریقہ میں یورپی اقوام محض اس لیے ہراساں ہیں کہ وہ جاتی ہیں کہ اگر اصلی باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تب وہ ہمسرانہ حقوق کا مطالبہ کریں گے اور لڑیں گے۔

اگر اخوت گناہ ہے تو ان کا خوف راسی پڑتی ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ زولو عیسائیت قبول کرنے پر بھی عیسائی حقوق حاصل نہیں کر سکتا لیکن جنوبی وہ حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ مسلمانوں کے ساتھ اس کا رابطہ اتحاد پیدا ہو گیا۔ یورپ اس اتحادِ اسلام سے خائف ہے۔

**پروفیسر راماکرشنا راؤ**

**مراثی: ۱۸۳۶-۱۸۸۶ء**

پروفیسر راماکرشنا راؤ مرٹھی آرٹس کالج برائے خواتین میسور کے شعبہ فلسفہ میں استاد اور صدر شعبہ

رہے ہیں۔ انہوں نے ایک کتابچہ تصنیف کیا ہے، جس کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مصنف نے اپنے کتابچے میں جہاں ایک طرف غیر متعصب مغربی مصنفین اور مستشرقین کے حوالے دیے ہیں، مثلاً ایڈورڈ گنن، پروفیسر ہرگرونگ، جرمن شاعر گوئٹے، جارج برناڈشا، سر چارلس اڈورڈ، آرکی بالڈ ہملٹن، پروفیسر مسیکن، چارلس بوسوتھ، رابرٹ بریفلٹ، اور تھامس کارلائل وغیرہ، دوسری طرف معتدل ہندو دانش وروں سے بھی استشہاد کیا ہے، مثلاً سروجنی ناندو، مہاتما گاندھی، بسنت کمار بوس اور دیوان چندر شاما وغیرہ۔

راما راؤ نے اسلام سے متعلق متعدد الزامات کی تردید کی ہے، مثلاً یہ الزام کہ اسلام شمشیر کے ذریعہ پھیلا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے الزامات کی حیثیت ادبی اعجوبہ کاری سے زیادہ کچھ نہیں۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات میں جمہوریت اور مساوات کو خوب سراہا ہے۔ ان کے مطابق ان تعلیمات کے نتیجے میں بین الاقوامی اتحاد اور بھائی چارہ کے اصولوں کو آفاقی بنیادیں فراہم ہوئیں، عورت کو میراث میں حق دار قرار دیا گیا۔ بارہ صدیوں کے بعد انگلینڈ نے، جو جمہوریت کا مرکز کہلاتا ہے، عورت کے حق میراث کو ۱۸۸۱ء میں قانونی شکل دی، جب کہ سینکڑوں سال قبل پیغمبر اسلام نے عورتوں کو مردوں سے نصف حق میراث دلویا تھا۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کے اعلیٰ اخلاق کے تعلق سیکھتے ہیں:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاصرین کی نگاہ میں کھرے اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ چنانچہ یہودی بھی آپ کی صداقت کے قائل تھے آپ کے کردار میں آپ کے معاصرین کو دھوکہ دہی، فریب کاری، یا دنیادی مفاد پرستی کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔“

☆☆☆☆☆

رسید کتب

## تعارف و تبصرہ



محمد اصطفاء الحسن کا ندھلوی ندوی

نام کتاب: کرونا - مسائل و احکام

تالیف: محمد عبید اللہ سعیدی

وباؤں اور بیماریوں کا دور ہمیشہ رہا ہے؛ لیکن حال ہی میں ہم جس خوفناک وبا کے دور سے گزر رہے ہیں اس نے سرعت انتشار، مدت انتشار اور مساحت انتشار کے سارے رکارڈ توڑ دیے۔ اس کے ساتھ اس وبا نے شرعی اعتبار سے بہت سے ایسے مسائل کو جنم دیا جو سابقہ وباؤں میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ہمیشہ کی طرح اہل علم و ارباب فقہ نے ان مسائل کو سنجیدگی سے لیا، کتاب و سنت کو نگھالا، آثار و اقوال کو کربدا، عصری تقاضوں اور جدید زندگی کے مطالبات کو جانچا اور پرکھا، اپنے اندر کی اجتہادی صلاحیت کو ٹولا اور ان مسائل کا شرعی حل امت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا۔

کرونا سے پیش آمدہ نئے مسائل کے حل میں ارباب افتاء کے درمیان بڑا اختلاف بھی رہا، اور ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی رائیں سامنے آئیں، اور اس کی وجہ سے امت میں عملی خلفشار بھی رہا، ہر رائے اندیشہ اور وسوسہ کا شکار رہی، اور کسی بھی رائے کو مکمل انشراح و اتفاق کے ساتھ قبول کرنے میں دشواری رہی۔ تاہم یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب بھی نئے مسائل سامنے آتے ہیں اور قیاس و اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے تو آراء کی کثرت اور اختلاف کی شدت ظاہر ہوتی ہے؛ لیکن جوں جوں وقت آگے بڑھتا ہے، مطالعہ و وسعت اور تجزیہ گہرائی اختیار کرتا چلا جاتا ہے، اور تب ہی جا کر معتدلانہ

رائے قائم کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ اس کے بعد بھی گرچہ اختلاف باقی رہتا ہے؛ لیکن اس میں شدت نہیں رہ جاتی، اور گرچہ ایک رائے پر اجماع نہیں ہو پاتا؛ لیکن آراء کی وہ کثرت باقی نہیں رہتی جو ذہنی خلفشار اور عدم اطمینان کا باعث بنے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کے معروف فقیہ، جامعہ عربیہ قادیان کے موقر استاد مولانا محمد عبید اللہ سعیدی مدظلہ کی تالیف ”کرونا - مسائل و احکام“ بھی ایک ایسی کتاب ہے جو اس وبا کے ذریعہ پیدا شدہ مسائل میں شریعت کے حوالہ سے اعتدال پر مبنی اور اطمینان بخش جوابات دیتی ہے۔ مولانا موصوف نے ساری علمی موشگافیوں کا گہرائی اور گیرائی سے جائزہ لے کر ایسی آراء قائم کی ہیں کہ نہ صرف یہ کہ ان کی مشروعیت کو دل تسلیم کر لیتا ہے؛ بلکہ وہ قابل عمل ہیں، اور قانون کی زد سے باہر بھی۔

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ کورونا سے متعلق شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو جو اس میں ذکر کرنے سے رہ گیا ہو۔ مولانا موصوف نے جس طرح مسائل کے منصور جزئیات اور متفرع احکام کا استیعاب کیا ہے، وہ ان کی فقہی بصیرت اور عصری ژرف نگہی کا غماز ہے۔ بایں ہمہ مولانا مدظلہ نے جو اسلوب افہام و تفہیم کا اختیار کیا ہے، وہ ایک طرف ان کی مدرسہ شان بیان کرتا ہے، تو دوسری طرف قاری کو کورونا کے مسائل میں تفقہ کے درجہ پر فائز کر دیتا ہے۔

اللہ نہ کرے کہ آئندہ چشم انسانیت اس موئی

وبا کا منہ دیکھے؛ لیکن اگر مشیت الہی کو یہی منظور ہوا تو ان شاء اللہ اس کتاب سے لوگ بھرپور استفادہ کریں گے، اور وبائی صورتحال کے جملہ مسائل میں ان کو شریعت کی پاسداری کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

عام کتابی سائز کے تقریباً سوا سو صفحات ہیں۔ مکتبہ احسان، لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔ حصول کے لیے رابطہ کریں: ۹۷۹۳۱۱۸۲۳۳

نام کتاب: رسالہ خواطر یہ

تالیف: میر سید علی ہمدانی

ترجمہ و تحقیق: محمد سعید مسعودی

قرآن کریم کے مختلف مقامات میں مذکور حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں یہ ذکر بھی بار بار آیا ہے کہ شیطان نے ان کی عداوت میں اللہ تعالیٰ سے یہ مقابلہ آرائی کی کہ وہ حضرت آدم کی اولاد کو ورغلائے گا۔ اس کی سین زوری دیکھیے کہ اس نے کہا:

”ولانجد اکثرہم شاکرین“ کہ آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائیں گے۔ شیطان کا یہ چیلنج اس بات کا کھلا اظہار تھا کہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں اس کی محرومی اور درمانگی کے سبب جو بغض و عناد اس کو ان سے ازل میں ہوا وہ ابد تک تا قیامت ان کی اولاد سے باقی رہے گا۔ چنانچہ وہ اس وقت سے ابن آدم کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور وہ انسان کا ایسا دشمن ہے جس کا چشم انسانی ادراک نہیں کر سکتی۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ کوئی جسم محسوس بھی نہیں رکھتا؛ کہ اس کو پکڑ کر مغلوب و مقہور کیا جاسکے؛ بلکہ اس کی خطرناکی کا عالم یہ ہے کہ وہ نفس انسانی کو کنٹرول کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے، اور خود اسی کے اعضاء و جوارح اور قلب و ذہن کو اسی کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔

ایسے اُن دیکھے اور ماورائی قوت کے حامل

دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور ظاہری اعضاء و آلات حرب کے ذریعہ اس سے مقابلہ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس سے مقابلہ کا کوئی اور ہی طریقہ اور اس کو شکست دینے کے لیے کوئی اور ہی اسلحہ کارگر ہو سکتا ہے۔ وہ طریقہ وہ اسلحہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت اہل دل کی مجلسوں اور تحریروں میں ملتی ہے؛ کہ دل ہی شیطان و انسان کے مابین رزم گاہ ہے۔ اسی لیے روحانی دنیا کے ماہرین قلب نے اس موضوع کو ہمیشہ اہمیت دی، اور اس پر واقع کلام کیا۔ ابن ابی الدنیا کی ”مکاید الشیطان و حیلہ“ علی جویری کی ”کشف المحجوب“ اور ابن قیم جوزی ”اغاثۃ اللفسان عن مکاید الشیطان“ خاص کر اسی موضوع پر تحریر کی گئی ہیں۔ محسن کشمیر حضرت میر سید علی ہمدانی نور اللہ مرقدہ کا بھی ایک مختصر رسالہ موسوم بہ ”رسالہ خواطر یہ“ اس موضوع پر اس وقت باصرہ نواز ہے، جس کی سطر سطر بڑی بصیرت افروز ہے۔ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے، اور ایجاز و اختصار کے باوجود بڑی جامعیت کا حامل ہے، بایں معنی کہ اس کو پڑھ کر قاری کو موضوع کی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ ابتداء میں کتاب و سنت کے حوالہ سے شیطان اور اس کے مکر و فریب کا اجمالی تذکرہ ہے، اس کے بعد شیاطین کی انواع و اقسام کا ذکر، پھر ان کے مکاید و حیل اور نفس انسانی پر غالب آنے اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کے طریقوں کے ساتھ، وہ طریقے اور حربے بھی بتلائے گئے ہیں جن کے ذریعہ انسان ان کا مقابلہ باسانی کر سکتا ہے۔

یہ رسالہ چونکہ عربی زبان میں تھا، اس لیے اردو داں طبقہ تک اس کی افادیت کو عام کرنے کی غرض سے مولانا محمد سعید مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو مفکر کشمیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس

کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ مترجم فاضل نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کے متن کی تحقیق بھی کی ہے، آیات قرآنی اور احادیث کے حوالے دیے ہیں۔ پیش کش میں یہ طریقہ روا رکھا ہے کہ پہلے پورا عربی کا رسالہ پیش کر دیا گیا ہے، اس کے بعد ترجمہ اور اس کے بعد تحقیقی حوالہ جاتی حواشی دیے گئے ہیں۔ ترجمہ کی عبارت میں کثرت سے بین القوسین توضیحی کلام اس طور پر درج کیا گیا ہے کہ خواندگی میں سلاست متاثر نہ ہو۔

یہ رسالہ جو ہر خاص و عام مسلمان کے لیے ایک تحفہ ہے جناب شبیر احمد بن محمد سعید مسعودی صاحب ایڈووکیٹ جموں اینڈ کشمیر ہائی کورٹ کے قیمتی پیش لفظ کے ساتھ انھی کے اہتمام سے ددر ہامہ، گاندربل، کشمیر سے شائع ہو کر ہدیہ بلا قیمت دستیاب ہے۔ رابطہ کے لیے کوئی نمبر یا پتہ درج نہیں ہے۔

نام کتاب: **حالات حاضرہ میں** .....  
تالیف: ڈاکٹر سید محمود قادری

”حالات حاضرہ میں مسلمانان ہند کا لائحہ عمل“ تصوف و طریقت کی معروف شخصیت جناب ڈاکٹر سید محمود قادری کے تفسیری مطالعہ کا اک تازہ نمونہ ہے۔ اس رسالہ میں انھوں نے چار نکات کے حوالہ سے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر پیش کی ہے۔ ان چار نکات کی اساس گرچہ انھوں نے حالات حاضرہ میں مسلمانان ہند کا لائحہ عمل قرار دیا ہے، اور اسی کو ان کا جلی عنوان بھی قرار دیا ہے، تاہم پورے رسالہ کو مکمل پڑھنے کے بعد کسی صاحب فہم و بصیرت کے لیے یہ امر حقیقی نہیں رہ سکا کہ اس میں پیش کردہ لائحہ عمل درحقیقت صرف مسلمانان ہند کے لیے نہیں؛ بلکہ پوری امت اسلامیہ کے لیے ہے، اور صرف حالات حاضرہ کے لیے نہیں؛ بلکہ ہر حال اور ہر زمانہ کے لیے ہے؛ البتہ یہ زمانی اور

مکانی قید اس لیے لگادی گئی ہے کہ عصر حاضر کے ہندی مسلمانوں کے لیے اس کی ضرورت و اہمیت بڑھ جاتی ہے، یا اس لیے کہ ان میں اس کی طرف سے زیادہ غفلت اور بے اعتنائی پائی جاتی ہے۔ جن چار نکات پر اس رسالہ میں بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں:

۱- ”اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قائم اور باقی رہنے کا ضابطہ“۔ اس عنوان کے تحت قرآن کریم کی آیات سے استشہاد کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم پر انعام و اکرام کی حالت تبدیل نہیں کرتا، جب تک وہ اپنے اندر کی ایمانی کیفیت کو بدل نہیں ڈالتے۔

۲- ”ایمان کا دعویٰ کرنے والوں سے مطالبات“۔ یہاں ان آیات کو پیش کیا گیا ہے جن میں ایمان کو کامل کرنے، پورے طور پر اسلام میں داخل ہونے، اس پر قائم رہنے، عدل و انصاف کو قائم رکھنے، اجتماعیت کو باقی رکھنے، دین سے منہ پھیرنے کا انجام، خوف و ذکر خداوندی کی ضرورت، مال و اولاد کے فتنہ کا اندیشہ، دشمنان خدا و دین خدا سے عدم مواصلات اور طواغیت کے سب و شتم سے پرہیز کی تعلیم دی گئی ہے۔

۳- ”ملت اسلامیہ کا منصب اور قیام“۔ یہ عنوان ان آیات کی توضیح و تشریح سے عبارت ہے جن میں عقیدہ و عمل اور عبادت و معاشرت اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ، غرض ان تمام امور کا ذکر ہے جو امت اسلامیہ میں اعتدال پیدا کر کے اس کو مخیر امت، امت وسط اور شہداء اللہ کا مصداق بناتی ہیں۔

۴- ”اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ کے وعدے“۔ مذکورہ بالا نکات پر جب امت قائم ہو جائے گی تو ایسی امت کے لیے قرآن کے کیا وعدے ہیں ان کو اس جگہ بیان کیا گیا ہے۔ ان

## مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب مطبوعات

### مطالعہ سیرت و تاریخ و تہذیب

از ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

صفحات: ۳۴۴ --- قیمت: ۳۰۰ روپے

علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کے

### تفسیری نکات

از مولانا محمد فرمان ندوی

جلد اول: صفحات: ۴۸۰ جلد دوم: صفحات: ۶۹۲

دونوں جلدوں کی کل قیمت: ۸۰۰ روپے

تینوں کتابیں ڈاک مصارف کے ساتھ صرف ۱۰۰۰ روپے میں

## مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

ٹیگور مارگ، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539 موبائل نمبر: 9889378176

ای میل: info@airp.org.in

میں نصرت خداوندی بھی ہے، حیات طیبہ کا خوش  
گوار تصور بھی، دنیا کی حکمرانی کی بشارت بھی، اور  
دین خداوندی کے غلبہ کا مژدہ بھی۔

ڈاکٹر صاحب کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ہر نکتہ سے  
متعلق آیات کو پیش کرتے ہیں، ان کا ترجمہ درج  
کرتے ہیں، پھر خلاصہ تفسیر اور مسائل و معارف  
کے ذیلی عنوان قائم کرتے ہیں۔ ترجمہ اور تفسیر  
انہوں نے ”معارف القرآن“، ”تفسیر عثمانی“ اور  
”کشف الرحمن“ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں  
نے اس رسالہ میں یہ خصوصیت بھی رکھی ہے تفاسیر کا  
خلاصہ اور نچوڑ پیش کیا ہے، اور طویل اقتباسات  
سے پرہیز کیا ہے، معارف و مسائل میں بھی اختصار  
مد نظر رکھا ہے، اور صرف قرآنی دلائل پر اکتفاء کیا  
ہے، جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی بھی  
نہیں رہ جاتی۔ ان خصائص کی بنا پر یہ رسالہ جو محض  
۶۶ صفحات پر مشتمل ہے ایک نشست میں مکمل  
پڑھا جاسکتا ہے، اور جامعیت کا پہلو ایسا کہ جیسے دریا  
بکوزہ۔ قرآن کے تیس پاروں میں سے ان چند  
آیات کا انتخاب اہل نظر ہی کا کام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام کوششوں اور  
روحانی و مادی اسباب و وسائل کے اختیار کرنے  
کے بعد بھی بندہ مؤمن کو اپنے رب کے حضور  
دستِ سوال دراز کیے بغیر چین نہیں ملتا، اور وہ اپنی  
کامیابی اور حصول مقصد کے تئیں اندیشوں اور  
وسوسوں کا شکار رہتا ہے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب نے  
علامہ اقبال مرحوم کی مشہور زمانہ نظم ”دعائے مرد  
مؤمن“ کا انتخاب کیا اور اسی پر رسالہ کا اختتام کیا،  
کہ اس ”ختم بالمسک“ میں ان کو اپنے قلبی  
جذبات کی عکاسی بھر پور نظر آئی۔

رابطہ کے لیے: ۷۰۱۳۲۹۱۰۳

☆☆☆☆☆

## سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

مسجد سے اگر مجبوراً نکلنا پڑے تو وہ گنہگار تو نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا، ہاں! اگر دن کے کچھ ہی حصہ میں معتکف عدالت سے مسجد لوٹ آیا تو صاحبین کے قول کے مطابق اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، بحالت مجبوری اسی قول پر عمل کیا جائے گا۔

[مرآۃ الفلاح: ج ۱/ص ۴۰۹]

**سوال:** معتکف اگر بیوی سے ضروری بات چیت کر لے مثلاً کھانے اور ضروری اشیاء کی خریداری کی

بات کرے تو کیا اس کی اجازت ہے؟

**جواب:** حالت اعتکاف میں بیوی سے ضروری باتیں کرنے کی اجازت ہے، لیکن غیر ضروری اور پیار و محبت کی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

[رد المحتار: ج ۲/ص ۱۸۵]

**سوال:** اگر اعتکاف کرنے والا بیڑی و سگریٹ کا عادی ہو تو کیا حالت اعتکاف میں اس کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟

**جواب:** بیڑی و سگریٹ پینے کی عادت بری ہے، اسے ترک کرنا چاہیے لیکن اگر شدید مجبوری ہو تو اس کے لیے باہر جانے کی گنجائش ہوگی، محض شوق پورا کرنے کے لیے اجازت نہیں ہوگی، بہتر یہ ہے کہ جب استنجا خانہ کے لیے جائے اسی وقت اس ضرورت سے بھی فارغ ہو جائے۔ [حوالہ سابق]

**سوال:** اگر معتکف کے کسی قریبی عزیز کا انتقال ہو جائے تو نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

**جواب:** معتکف کے لیے نماز جنازہ میں شرکت کے لیے مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور قضا کرنی پڑے گی۔

[فتاویٰ تاتارخانیہ: ج ۲/ص ۴۱۲]

☆☆☆☆☆

**سوال:** اعتکاف کرنے والا غسل واجب یا غسل جمعہ کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔

[اشعۃ اللمعات: ج ۲/ص ۱۲۸]

**سوال:** اگر معتکف کی طبیعت خراب ہو جائے اور ڈاکٹر کے پاس جانا ہو تو کلینک یا ہاسپٹل جانے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا؟

**جواب:** ڈاکٹر کا اگر مسجد لانا ممکن نہ ہو تو دن کے کچھ حصہ میں کلینک یا ہاسپٹل جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر دن کا زیادہ تر حصہ وہاں رہنا پڑا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

[فتاویٰ تاتارخانیہ: ج ۲/ص ۲۱۲]

**سوال:** تنخواہ یا سرکاری وظیفہ لینے کے لیے معتکف کا مسجد سے باہر جانا درست ہے یا نہیں، اگر مجبوراً ہو تو کیا اعتکاف فاسد ہو جائے گا؟

**جواب:** اگر تنخواہ یا وظیفہ پر نان و نفقہ اور بنیادی ضروریات کی تکمیل موقوف ہو تو تھوڑی دیر کے لیے جا کر تنخواہ یا وظیفہ لانے کی اجازت ہوگی، اس سے اعتکاف پر اثر نہیں پڑے گا، لیکن اگر اس کے بغیر گزارہ ممکن ہو اور ضروریات پوری ہو جائیں تو اس صورت میں مسجد سے باہر جانے میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

[رد المحتار: ج ۳/ص ۴۳۴، ۴۳۵]

**سوال:** اعتکاف کرنے والا اگر مقدمہ کی تاریخ کی وجہ سے کچھ ہری چلا جائے تو کیا اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا؟

**جواب:** مقدمہ کی تاریخ کی وجہ سے معتکف کو

**سوال:** کسی مسجد میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی محلہ کے اگر کسی نے بھی اعتکاف کیا تو محلہ کے تمام لوگوں کی طرف سے اعتکاف کی سنت ادا ہو جائے گی، اگر کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو پورے محلہ کے تمام لوگ ترک سنت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

[ہدایہ: ج ۱/ص ۲۲۹]

**سوال:** محلہ میں اگر کئی مسجدیں ہوں تو کیا ہر مسجد میں اعتکاف ہونا چاہیے، یا کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف کیا جائے تو تمام مسجدوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟

**جواب:** بہتر یہی ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو لیکن اگر کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف ہو تو محلہ کی تمام مسجدوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

[رد المحتار: ج ۲/ص ۴۹۵]

**سوال:** کیا عورتیں اعتکاف کر سکتی ہیں؟

**جواب:** عورتیں اپنے گھر میں اعتکاف کر سکتی ہیں لیکن اس کے لیے شوہر کی طرف سے اجازت لینا ضروری ہے، گھر میں کسی ایک گوشہ کو اختیار کیا جائے گا۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج ۱/ص ۲۱۱]

**سوال:** اگر مسجد کے احاطہ میں غسل خانہ نہ ہو تو اعتکاف کرنے والا مسجد سے قریب کسی گھر کے غسل خانہ میں جاسکتا ہے؟

**جواب:** اگر مسجد کے احاطہ میں غسل خانہ نہ ہو تو

## اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جا رہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مولانا) فخر الحسن خان ندوی

ناظر شعبہ تعمیر و ترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	موبائل نمبر	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمن صاحب ندوی	9919490477	استاذ شعبہ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبدالواسع صاحب	9307884504	استاذ شعبہ حفظ	مالگاؤں، بھونڈی، ممبئی
۳	مولانا عبدالوکیل صاحب ندوی	9889840219	کارکن شعبہ اصلاح معاشرہ	ممبئی
۴	مولانا محمد اسماعیل صاحب ندوی	8604346170	استاذ مہجد (مہبت منو)	ممبئی
۵	مولانا عبداللہ صاحب ندوی	7499569301	محرر دفتر اہتمام	ممبئی، نیومبئی
۶	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری	9935219730	استاذ دارالعلوم	مدراں، وجے واڑہ
	مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	7505873005	استاذ مہجد دارالعلوم (سکوری)	
۷	مولانا شفیق احمد صاحب باندوی ندوی	9935997860	استاذ مہجد دارالعلوم (سکوری)	پٹن، پان پور و اطراف
۸	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	9935987423	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد، نانڈیڑ
۹	مولانا انیس احمد صاحب ندوی	9450573107	استاذ دارالعلوم	بھنکل، شوگر، ٹمکور، منکی، مرڈیشور
۱۰	مولانا رشید احمد صاحب ندوی	7795864313	استاذ دارالعلوم	بنگلور و میسور
	مولانا زبیر احسن صاحب ندوی	7355595278	استاذ مہجد دارالعلوم (سکوری)	
۱۱	مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی	9889096140	استاذ دارالعلوم	آسنسول، کلکتہ
	مولانا مفتی ساجد علی صاحب ندوی	8960204060	معاون علمی دارالقضاء	
	مولانا محمد اکرام صاحب	9839810206	محصل شعبہ	
۱۲	قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی	9839748267	استاذ شعبہ قرأت دارالعلوم	دہلی
۱۳	مولانا عبدالماجد خاں صاحب ندوی	9918128885	محصل شعبہ	دہلی، پانی پت، پنجاب، آکولہ، جلگاؤں، بلڈانہ
۱۴	مولانا محمد شعیب صاحب ندوی	6394260480	محصل شعبہ	حیدرآباد
۱۵	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	9795715987	استاذ مہجد دارالعلوم (سکوری)	کانپور
۱۶	مولانا شکیل احمد صاحب ندوی	9305418153	محرر مہجد دارالعلوم (سکوری)	الہ آباد
۱۷	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	9616514320	استاذ دارالعلوم	سنجھل و اطراف
۱۸	مولانا جمال احمد صاحب ندوی	9450784350	کارکن شعبہ دعوت و ارشاد	حیدر گڑھ، مغل سرائے، سلطانپور و اطراف
۱۹	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	9670049411	استاذ مہجد (مہبت منو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج

۲۰	مولانا بشیر الدین صاحب	9889438910	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۱	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	9984070892	استاذ معہد (مہبت منو)	لکھنؤ (شہر)
۲۲	مولانا محمد اسلم ندوی	9956223293	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن و اطراف گجرات
۲۳	حافظ تبین احمد صاحب	9839588696	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۴	مولانا عبدالستین صاحب ندوی	9450970865	استاذ دارالعلوم	راپور، امر وہہ، مراد آباد
۲۵	مولانا عبداللہ مسعود ندوی	9936866057	محرر معہد (مہبت منو)	ہمت نگر و اطراف گجرات
۲۶	قاری ماجد علی صاحب ندوی	9935626993 9044088886	محصل شعبہ	سیتاپور، اندور، اجین، بھوپال
۲۷	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	8400015009 9696954194	محصل شعبہ	گوا، کرناٹک کے اضلاع، آملور، غازی آباد
۲۸	مولانا علیم اللہ صاحب ندوی	9721413704	محصل شعبہ	بستی، ممبئی
۲۹	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	7250655682	محصل شعبہ	احمد آباد، نوساری، دھولیہ، واپی و دیگر اضلاع گجرات
۳۰	حافظ امین اصغر صاحب	8439165413	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروز آباد، سہارنپور، بلند شہر، سکندر آباد
۳۱	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	8853258362	محصل شعبہ	کھنڈوہ، اطراف رتناگیری، ستارا، پونہ، کولہا پور، سورت
۳۲	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	8960513186	محصل شعبہ	اورنگ آباد، جالندہ، پونہ، احمد نگر، بنارس، مظفر نگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۳۳	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	9389868121	استاذ مکتب شہر	سیوان، چمپارن، دربھنگہ، سستی پور، مظفر پور، بھاگلپور، پٹنہ وغیرہ
۳۴	مولانا عبدالرحیم صاحب ندوی	7388509803	محصل شعبہ	ناگپور، بارہ بنکی، جھانسی، اعظم گڑھ، منو و اطراف
۳۵	مولانا ابوالحیات صاحب ندوی	9795891123	استاذ مکتب شہر	پٹنہ و اطراف
۳۶	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	9919203409	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۳۷	مولانا محمد شرف الدین صاحب ندوی	9936740835	محصل شعبہ	کانپور

### ACCOUNTS NO. NADWATUL ULAMA

ZAKAT : 10863759766

ATIA : 10863759711

BUILDING : 10863759733

IFSC CODE : SBIN0000125

PHONE : 0522-2741231

STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

**NADWATUL-ULAMA**

PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW

226007 U.P. (INDIA)

**ندوة العلماء**

پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

۲۲۶۰۰۷ یو پی (ہند)

باسمہ تعالیٰ

Date 25th March 2023

تاریخ ۲۵ مارچ ۲۰۲۳ء

**اپیل برائے تعمیر اسٹاف کوارٹرز**

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، دارالعلوم اور اس کی شاخوں میں علمی و تعلیمی امور حسب معمول جاری ہیں، اساتذہ و کارکنان ندوۃ العلماء اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے رہے ہیں۔ اساتذہ و اسٹاف کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں ان کی رہائش کی مزید گنجائش نہیں رہی تو احاطہ دارالعلوم کے علاوہ معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء (سکروری) میں اسٹاف کوارٹرز اور معہد سے قریب مستقل طور پر ندوہ کالونی کی سہ منزلہ عمارت تعمیر ہوئی، مگر اب بھی اسٹاف کے لیے کوارٹرز کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، اس صورت حال کے پیش نظر پہلے ندوہ کیمپس سے متصل محلہ مکارم نگر میں اسٹاف کوارٹرز تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو الحمد للہ اہل خیر کے تعاون سے مکمل ہو گیا۔ اب کیمپس کے اندر ہی مزید کوارٹرز کی تعمیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر شروع کرادی گئی ہے، زیر تعمیر یہ عمارت تین منزلہ ہوگی، جس میں ۹ فیملی کوارٹرز ہوں گے، اس کی تعمیر پر مبلغ -/1,15,00,000 (ایک کروڑ، پندرہ لاکھ روپے) کے خرچ کا تخمینہ ہے جو ان شاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(مولانا ڈاکٹر) تقی الدین ندوی (ڈاکٹر) محمد اسلم صدیقی (مولانا ڈاکٹر) سعید الحسن اعظمی ندوی (مولانا) سید بلال عبدالحی حسنی ندوی  
معمتد تعلیم ندوۃ العلماء معتمد مال ندوۃ العلماء مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

**NADWATUL ULAMA**

اور اس پتے پر ارسال کریں

**NIZAMAT NADWATUL ULAMA**Nizammat Office, Nadwatul Ulama,  
Tagore Marg, Lucknow - 226007 (U.P.)

مطعمیان کرام! براہ کرم اپنے عطیات ارسال کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نمبر

**+91 - 8736833376**

پر مطلع فرمانے زحمت کریں، اس سے دفتری کارروائی میں سہولت ہوگی۔

فجزاکم اللہ خیر الجزاء

**NADWATUL ULAMA**

STATE BANK OF INDIA MAIN BRANCH, LUCKNOW

(IFSC CODE : SBIN0000125)

**تعمیرات****A/c. No. 1086 3759 733**

ONLINE DONATION LINK

<https://www.nadwa.in/donation/>website : [www.nadwa.in](http://www.nadwa.in)  
Email : [nizammat@nadwa.in](mailto:nizammat@nadwa.in)

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا